شمارہ نمبر ۲۰ | جنوری ۲۰۲۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۝

مجلّہ پشاور

راہ ہدایت

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

ناشر

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

(واٹس ایپ رابطہ نمبر: 03428970409)

شاد باد و شاد زی اے سرزمین دیوبند　　ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

فہرست مضامین مجلّہ راہِ ہدایت (شمارہ نمبر 20)

نوٹ: گزشتہ شماروں کی پی ڈی ایف حاصل کرنے کے لئے 03428970409 پر واٹس ایپ کیجئے۔

علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ

حضرت مولانا یاسر ندیم الواجدی صاحب کا مناظرہ اور قدیم درس نظامی کی اہمیت

حضرت مولانا یاسر ندیم الواجدی صاحب مد ظلہ العالی کا ایک ملحد کیساتھ خدا کے وجود پر شاندار گفتگو مکمل تین مجلسوں میں سنی (سال کے آخر میں تین مدرسوں کے استاد کی مصروفیات کا اندازہ مدرس ہی لگا سکتا ہے) بندہ کی زندگی کا یہ پہلا مناظرہ تھا جس کا ہر ہر لمحہ بندے کے علم میں اضافہ کا سبب بنا فللہ الحمد اس علمی مجلس کی چند خصوصیات:

(1) مولانا محترم نے فن مناظرہ سے کام لیتے ہوئے ملحد کو مدعی بنا کر بار ثبوت ان کے کندھوں پر ڈال کر اپنی مناظرانہ صلاحیت کا بھرپور اظہار کیا کہ چونکہ آپ خلاف ظاہر کا دعوی کر رہے ہیں کہ بعد میں آکر خدا کے وجود کے منکر ہوئے لہذا مدعی آپ ہوئے یہ گرفت دیکھ کر خود ملحد بھی پریشان ہو گیا کہ یہ پہلی دفعہ میں نے سنا کہ خدا کے وجود نہ ہونے کا ثبوت ہم دیں۔

بالکل جب آپ عقل کل ہیں اور کروڑوں لوگوں کو ایک خدا کے وجود کا قائل کہہ کر بے وقوف کہہ رہے ہیں اور انسان کی فطرتی طلب جو خدا کے وجود کا تقاضہ کر رہی ہے اس کا انکار کر رہے ہیں تو معلوم تو ہو کہ آپ کے پاس اس بدیہی کے انکار کی کیا دلیل ہے؟ کچھ ہی دیر میں ملحد چاروں شانے چت کہ میرے پاس جس طرح خدا کے وجود کی کوئی دلیل نہیں اس کے عدم کی بھی کوئی دلیل نہیں۔۔۔

مولانا محترم نے ایک دفعہ پھر اصطلاح مناظرہ سے استعدام کرتے ہوئے زبردست گرفت کی کہ عدم دلیل عدم شئ تو نہیں جسے ہم تعبیر کرتے ہیں کہ عدم ذکر عدم شئ کو مستلزم نہیں جسے انہوں نے جدید اصطلاح میں یوں تعبیر کیا کہ

Absence of Prove is not prove of absence

ملحد کے پاس سوائے سر جھکانے اور شانے اچکانے کے کوئی جواب نہ تھا۔

مولانا محترم نے فن مناظرہ کی اصطلاح دلیل الزامی سے خوب خوب استفادہ کیا مگر چونکہ ملحد انتہاء درجے کا ضدی یا جاہل تھا اس لئے الزامی جواب کے نتیجے میں جو فساد لازم آتا اسے مولانا محترم کا آرگومنٹ نظریہ بنا کر رد

کرتا۔ جس پر بار بار مولانا محترم کہتے کہ آپ کو الزامی جواب ہی کا پتہ نہیں مجھے وضاحت کرنے دیں۔

مولانا صاحب نے ایک کامیاب مناظر کی طرح فریق مخالف سے پوچھا کہ آپ کے ہاں دلیل کا معیار کیا ہے ؟ تاکہ اسی دلیل کی روشنی میں ہم خدا کے وجود پر بحث کر سکیں مگر نہ معلوم ملحد دلیل کا معیار بتانے سے آخر تک کترا تا رہا چنانچہ مولانا نے خود ہی حفظ ماتقدم کے طور پر ملحد کی بنیادی دلیل سائنس کے اصولوں پر کیا خدا کے وجود کا انکار کرسکتے ہیں ؟ کو بھی رد کیا جس کے بعد ملحد کے پلے کچھ نہ بچا۔

مولانا محترم کامیاب مناظر کی طرح فریق مخالف کی موضوع سے نکلنے کی ہر چال کو ناکام بناتے ہوئے دعوے سے سر مو نہ ہلے البتہ عوام کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ فریق مخالف کی لایعنی کا جواب مولانا کے پاس نہیں کبھی کبھی خارج مبحث باتوں کا بھی خوب جواب دیتے۔

منطق کی اصطلاح صغری و کبری سے بھی استخدام کیا دلیل کے مقدمات ترتیب دینے کیلئے Super being والی دلیل میں۔

(2) مولانا صاحب نے اس گفتگو میں علم کلام کی اصطلاح سے خوب استخدام کیا مولانا صاحب نے خدا کے وجود پر وہی دلیل دی جو علم کلام کی تمام کتب میں دلیل اول کے طور پر موجود ہے کہ ہر ممکن کیلئے کوئی حادث چاہئے ورنہ تسلسل لازم آئے گا جو کہ باطل ہے لہذا محدث ذات قدیم اور واجب ہے اگر ہم اسے بھی حادث ممکن مادی مان لیں تو تسلسل لازم آئے وھو باطل مولانا محترم نے اسے جدید اصطلاح میں یوں بیان کیا

Infinite regress

ملحد کے پاس اس دلیل کا کوئی جواب نہ تھا۔

مولانا صاحب نے علم کلام کی اصطلاح حوادث لا اول لھا سے بھی استخدام کیا۔

مولانا صاحب نے معتزلہ کے رد میں متکلمین کی اصطلاح و اصول قیاس الغائب علی الشاھد سے بھی خوب استفادہ کیا۔

مولانا صاحب نے علم کلام و فلسفہ کی بنیادی اصطلاح اجسام سب آپس میں مماثل ہیں ان کے احکام ایک ہیں سے زبردست استدلال کیا کہ کائنات خود بنی تو اس میں اچھے اور برے رحمن و شیطان کا فرق کیوں ہے ؟ جس کا کوئی جواب ملحد کے پاس نہ تھا یاد رہے اسی دلیل کو کچھ تفصیل کے ساتھ امام سنوسی نے خدا کے وجود پر بیان کیا ہے

جسے میں اپنے مضمون امام سنوسی رحمہ اللہ کا نظریہ وجود خدا میں بیان کر چکا ہوں۔

مولانا محترم نے عقل میں نہ آنا نہ ہونے کی دلیل نہیں کہ اصطلاح جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے الانتباہات المفیدہ میں ذکر کی اس سے بھی زبردست استخدام کیا جب ملحد نے کہا کہ میری عقل کومن سینس یہ نہیں مانتی کہ حوا آدم کی پسلی سے نکلے تو مولانا نے پلٹ کر کہا کہ میری عقل بھی نہیں مانتی کہ لڑکا اور مرد عورت کے پیٹ سے نکلے اس وقت ملحد کی حالت قابل دید تھی۔

ملحد نے خدا کے وجود یا اس کے کاموں پر اعتراض کرنے کیلئے مشہور معتزلانہ اعتراض پیش کیا کہ اللہ برا ہے تبھی تو شیطان کو پیدا کیا میں ایسے برے خدا کو کیوں مانوں؟ معاذ اللہ مولانا محترم نے یہاں پھر علم کلام کے مشہور قاعدہ خلق شر برا نہیں کسب شر برا ہے پیش کیا بندوق کے بنانے و چلانے کو بطور مثال پیش کیا جسکا کوئی جواب ملحد کے پاس نہ تھا۔

(3) قصہ مختصر آپ اس تمام گفتگو سے اندازہ لگاسکتے ہیں کہ آج کے جدید دور میں بھی مذہب اسلام کی حقانیت کیلئے قدیم درس نظامی میں موجود منطق فلسفہ خصوصاً علم کلام کتنا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ ملحد بار بار شکوہ کرتا رہا کہ آپ علم کلام کی طرف کیوں جارہے ہیں؟ اس سے وہ حضرات عبرت پکڑیں جو ان علوم کو فضول کہتے ہیں ہاں اس مناظرہ سے ایک اور بات کھل کر ہمارے ذی استعداد علما کے سامنے ضرور آئی کہ ان علوم سے جدید دور میں علی وجہ الاتم فایدہ اسی وقت اٹھایا جاسکتا ہے جب آپ ان کی اصطلاحات کو جدید زبان میں منتقل کریں اور سائنس کے کچھ بنیادی اصولوں سے آپ واقف ہوں لہذا فن مناظرہ و علم کلام سے شغف رکھنے والوں کو اب اس زاویہ سے ضرور سوچنا چاہئے بندہ خود انگریزی پر کامل دسترس نہ ہونے کی وجہ سے علی وجہ الاتم اس گفتگو سے استفادہ نہ کرسکا۔ فوا اسفا!!!

مولانا محترم کی اس علمی گفتگو کے مقابل آپ ملحد کی احمقانہ دلیلوں کا جائزہ لیں کہ میں خدا کو اس لئے نہیں مانتا کہ مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس نے آدم کو کتنے ہزار سال پہلے پیدا کیا حوا کو نو سال یا اٹھارہ سال کی عمر میں پسلی سے نکالا مجھے نہیں معلوم یعنی اگر مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس پنکھے اور موبائل کا بنانے والا کون کب کیسے کہاں بنا تو میں اس کے بنانے والے سے ہی منکر ہو جاؤں۔ اگر اللہ نے سب کو پیدا کیا تو مخلوق میں تنوع کیوں؟ حالانکہ تنوع اس کے احسن الخالقین ہونے کی کامل دلیل ہے۔

مولانا صاحب نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ خدا کے وجود کی بناہی نہیں تو سوال کیوں کر رہے ہیں اور پھر شاندار طریقے سے خدا کے وجود کو قرآن کی آیت وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون کے مفہوم کو سامنے رکھ کر بیان کیا جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

بہر حال پوری امت کی طرف سے واجدی صاحب نے جو فرض کفایہ ادا کیا اس پر وہ صد بار مبارک باد کے مستحق ہیں۔ درس نظامی کو فرسودہ کہنے والے اس علمی مجلس کو دیکھیں کہ یہ درس نظامی ہی کا فاضل تھا جو قدیم علوم کے ساتھ جدید علوم پر دسترس رکھ کر ملحد اور نام نہاد عقل کل کو چاروں شانے چت کئے ہوئے ہے۔

مولانا محمد نعمان خلیل متخصص فی علوم الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

سنت بحیثیت مستقل مصدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نظر میں

سنتِ نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) شرعی احکامات کے لیے قرآنِ کریم، فرقانِ حمید کے بعد ماخذِ ثانی کے طور پر جانی جاتی ہے، لیکن یہ ثانوی حیثیت اس کی علمی، ثبوتی اور قطعی پہلو سے ہے، جبکہ اپنے وجود، تعامل اور عمل کے اعتبار سے سنت، اسلامی احکامات کا ماخذِ اول ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وفعل چاہے اس کا صدور جس حال میں بھی ہوا ہو، غصے میں ہو، یا خوشی کے عالم میں، نرمی کی صورت میں ہو، یا سخت لب ولہجہ کے ساتھ، گھر میں نجی طور پر ہو، یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ کھلے معاشرے میں، غیر مسلموں کے ساتھ معاہداتی تعلقات ہوں، یا دشمنانِ اسلام کے ساتھ میدانِ جہاد میں شمشیر زنی کا معاملہ، حتیٰ کہ نیند کی حالت میں وارد خواب بھی وحی کے زمرے میں آتے ہیں، ابتداء ہی سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے شرعی احکامات کی تعلیم لیتے، اور عمل کرتے تھے، بعد ازاں قرآن کریم کا نزول اس عملی زندگی میں یا تو نئے احکامات کے اجراء کے لیے ہوتا تھا، یا گزشتہ جاری شدہ سنت کی توثیق، اور دائمی طور پر عمل پیرا رہنے کا عندیہ دینے کے لیے، چنانچہ ایسے بہت سے شرعی احکامات ہیں جن پر عمل پہلے ہوا، اور مسلسل کافی عرصہ تک ہوتا رہا ، اس کے بعد قرآن کریم کی کسی آیت میں، وہ حکم توثیق کے لیے بیان کیا گیا، جیسے آیتِ وضو سورۃ المائدہ میں ہے، اور یہ سورت نزول کے اعتبار سے آخری سورتوں میں سے ہے، جبکہ وضو کا عمل نماز کی فرضیت کی ابتداء سے سنت طریقہ کے مطابق چلا آرہا تھا، یہ اس کے ماخذ اول ہونے کی حیثیت ہے[۱]۔

سنت نبویہ جس طرح اپنے وجود اور عمل کے اعتبار سے ماخذِ اول ہے، اسی طرح وہ شرعی احکامات اور اسلامی تعلیمات کے لیے مستقل مصدر اور ماخذ کی حیثیت بھی رکھتی ہے، مستقل مصدر سے مراد یہ ہے کہ بہت سی دینی تعلیمات اور احکامات ایسے بھی ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں بظاہر صراحتاً کہیں بھی نہیں ہے۔

امام شافعی (۲۰۴ھ) نے اپنی کتاب ''الرسالۃ'' میں سنت کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:

۱۔ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اتارا، وہی حضورؐ نے بیان فرمایا

۲۔ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو مجمل بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل فرمادی

۳۔ آپ ﷺ نے ایسی سنت بیان فرمائی جس کے متعلق قرآن میں کوئی نص موجود نہیں[۲]۔
اسی طرح حافظ ابن القیم (۷۵۱ھ) نے ''اِعلام الموقعین'' میں سنت کا کتاب اللہ کے ساتھ تین قسم کا تعلق اور ربط بیان کیا ہے:

۱۔ سنت مکمل طور پر قرآن کے موافق ہو
۲۔ سنت قرآن کریم کے لیے بطورِ تفسیر ہو
۳۔ سنت ایسے حکم کو ثابت کرے جس پر قرآن ساکت ہے، یا ایسی چیز کی ممانعت کرے جس کا قرآن میں کوئی تذکرہ نہیں[۳]۔

اس سے کسی کے ذہن میں یہ نہ آئے کہ سنت کو مستقل مصدر ماننے سے، اسے قرآن پر مقدم کرنا اور برتری دینا لازم آتا ہے، اس کی وضاحت ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیے:

> ''مذکورہ صورتوں میں سے کوئی صورت قرآن کریم کے مخالف نہیں، جو احکامات قرآن سے زائد ہیں، وہ آپ ﷺ کی جانب سے مشروع کردہ ہیں، ان میں آپ ﷺ کی اطاعت کرنا واجب، اور نافرمانی حرام ہے، یہ سنت کو قرآن پر مقدم کرنے کے زمرے میں نہیں آتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی فرمانبرداری ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے، اگر اس قسم کے احکامات میں آپ ﷺ کی اطاعت واجب نہ ہوتی، تو آپ ﷺ کی اطاعت کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا، اور خصوصی اطاعت ختم ہو جاتی ہے، اگر حضور ﷺ کی اطاعت صرف ان احکامات میں منحصر ہو جائے جو قرآن کریم کے موافق ہیں، اور جو زائد احکام ہیں ان میں اطاعت واجب نہ ہو، تو آپ ﷺ کی خاص فرمانبرداری نہیں ہو سکتی، جبکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: {مَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ} [النساء: ۸۰] کہ جس نے رسول کی اطاعت کی بلاشبہ اس نے اللہ تعالی کی اطاعت کی۔''

بعد ازاں آپؒ نے بیسیوں مسائل ایسے شمار کروائے ہیں، جن کا تذکرہ قرآنِ کریم میں نہیں ہے، اور احادیث مبارکہ کی بنا پر ان پر تعامل جاری ہے جیسے نکاح میں عورت اور اس کی خالہ یا پھوپھی کو جمع کرنے کی ممانعت، رضاعت سے حرمت کا ثبوت، خیار شرط کا مسئلہ اور شفعہ کے مسائل وغیرہ[۴]۔

مستقل مصدر کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ سنت کو اصل بنا کر اس سے مسائل مستنبط کیے جا سکتے ہیں، فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کا منہج اس کی کھلی اور روشن دلیل ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آخری دور میں ایسی ذہنیت کے کچھ لوگ پیدا ہو گئے تھے، جن کا خیال تھا کہ شرعی حکم کا ماخذ صرف اور صرف قرآن کریم ہے، اور وہ سنت کو اس کے شایانِ شان مقام و مرتبہ دینے سے گریز کرتے، اور مستقل ماخذ ہونے پر شاکی تھے یا کم فہمی کی وجہ سے وہ ایسا سمجھ بیٹھے تھے، کتبِ احادیث میں ایسے لوگوں کی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ گفتگو اور سوال و جواب منقول ہیں، جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین انہیں بڑی عقلمندی اور دانشمندی پر مبنی جوابات دیتے ہیں، ان مکالمات میں ایک بڑا مکالمہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا ہے، جو بصرہ کے جامع مسجد میں ہوا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا مکالمہ:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا مکالمہ کئی محدثین کرام مختلف سندوں کے ساتھ اپنی اپنی کتابوں میں لائے ہیں اور یہ مکالمہ الفاظ کے جزوی اختلاف کے ساتھ منتشر ٹکڑوں میں بکھرا ہوا ہے، محدثین کی عام عادت رہی ہے کہ وہ بعض مقامات پر اختصار کی غرض سے طویل احادیث بیان کرنے کی بجائے مقصودی بات بیان کر دیتے ہیں، اور باقی کی طرف اشارہ فرما دیتے ہیں، یہاں پر بھی یہی مقصد ان محدثین کے پیشِ نظر رہا، امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”معجم کبیر“ میں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”دلائل النبوۃ“ میں، اور امام مزی رحمۃ اللہ علیہ ”تہذیب الکمال“ میں اپنی سندِ عالی کے ساتھ قدرِ تفصیل سے بیان فرمایا ہے، یہاں ”معجم کبیر“ کی عبارت سامنے رکھ کر ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

حبیب بن فضالہ مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب (بصرہ کی) یہ جامع مسجد تعمیر ہوئی، تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے، اور (ارد گرد بیٹھے لوگ) شفاعت کا ذکر کر رہے تھے، ان میں سے ایک شخص نے کہا: اے ابو نجید! آپ (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) ایسی احادیث بیان کرتے ہو جن کی اصل ہم قرآنِ کریم میں نہیں پاتے، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ناراضی کا اظہار فرمایا، اور اس سے دریافت کیا:

کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس میں پایا کہ مغرب

کی تین رکعات، عشاء کی چار رکعات، فجر کی دو رکعات، ظہر اور عصر کی چار رکعات ہیں؟ اس نے کہا: نہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو تم نے یہ چیزیں کس سے لیں؟ کیا ہم سے نہیں لیں؟ اور بلاشبہ ہم نے حضور ﷺ سے لی ہیں۔

اور کیا تمہاری نظر سے قرآنِ پاک میں یہ بات گزری کہ چالیس درہم میں ایک درہم (زکوٰۃ) واجب ہے؟ اور اتنی بکریوں پر اتنی بکریاں واجب ہوتی ہیں؟ اور اتنے اونٹوں پر، اتنے اونٹ کی زکوٰۃ ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو تم نے یہ چیزیں کس سے لیں؟ کیا ہم سے نہیں لیں؟ اور یقیناً ہم نے حضور ﷺ سے لی ہیں۔

اور تم نے قرآنِ کریم میں یہ تو پڑھا: {وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ} [الحج:۲۹] کہ بیت اللہ کا طواف کرو! تو کیا یہ کہیں پڑھا ہے کہ سات طواف کرو، اور مقامِ ابرہیم کے پیچھے نماز اداء کرو؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو تم نے یہ چیزیں کس سے لیں؟ کیا ہم سے نہیں لیں؟ اور یقیناً ہم نے حضور ﷺ سے لی ہیں۔

کیا تم نے قرآن میں پایا کہ "لَا جَلَبَ، وَلَا جَنَبَ، وَلَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ؟" اس نے کہا: نہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے: "لَا جَلَبَ، وَلَا جَنَبَ، وَلَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ" کہ اسلام میں جلب (یعنی زکوٰۃ لینے والے والا شخص ایک مخصوص جگہ بنالے ،اور زکوٰۃ دینے والوں کو اپنی طرف بلائے، جس سے انہیں اپنے مویشی وہاں لانے میں تکلیف ہوتی تھی، یا دو گھوڑوں کی دوڑ اور مقابلہ کے درمیان دوسرا گھوڑا شامل کرنا، تاکہ مقابلہ میں شریک گھوڑے کو جوش دلایا جائے) اور جنب (یہ جلب کے ہم معنی بھی استعمال ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ زکاۃ دینے والا آدمی اپنے مویشی لے کر کہیں دور دراز علاقے میں چلا جائے تاکہ مصدق یعنی زکوٰۃ لینے والے کو تکلیف ہو)، اور شغار (وہ نکاح جو دو مرد ایک دوسرے کے قریبی رشتہ داروں سے کریں، اس شرط پر کہ ان میں سے کوئی مہر نہیں دے گا، بلکہ یہ تبادلہ ہی مہر شمار

کیا جائے گا) کی اسلام میں گنجائش نہیں(۵)۔

پھر فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے: {مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ۝ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ۝} [المدثر: ۴۲ تا ۴۸]

حبیب بن فضالہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو شفاعت کے موضوع پر گفتگو فرماتے ہوئے سنا۔

دوسری روایات میں صفا مروہ کی سعی، وقوفِ عرفہ، شیطان کو کنکر مارنا، چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹنے کی حد وغیرہ جیسی چیزوں کا بھی ذکر ہے۔

سوال کرنے والے شخص کی حالت:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی جامع گفتگو کے بعد سائل نے آپ رضی اللہ عنہ کو دعاء دیتے ہوئے کہا: ''أَحْيَيْتَنِي أَحْيَاكَ اللّٰهُ'' آپ نے مجھے علمی وروحانی زندگی عطاء کی، اللہ تعالیٰ آپ کو حیاتِ جاودانی سے نوازے، حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

فَمَا مَاتَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ حَتّٰى صَارَ مِنْ فُقَهَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ(۶)۔

کہ وہ شخص دنیا سے رخصت نہیں ہوا یہاں تک وہ مسلمانوں کے فقہاء میں سے شمار ہونے لگا، اس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اخلاص اور دعوت کی تاثیر کا اندازہوتا ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مکالمہ:

یہ کوئی باقاعدہ مکالمہ نہیں ہے، لیکن ایک خاتون نے ایسا سوال کیا، جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لگا کہ یہ بھی خوارج میں سے ہے جو حدیث مبارک سے ثابت شدہ حکم ماننے سے انکار کرتے ہیں:

''حَدَّثَتْنِي مُعَاذَةُ، أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ لِعَائِشَةَ: أَتَجْزِي إِحْدَانَا صَلَاتَهَا إِذَا طَهُرَتْ فَقَالَتْ: أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ ؟ كُنَّا نَحِيضُ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَلَا يَأْمُرُنَا بِهِ أَوْ قَالَتْ: فَلَا نَفْعَلُهُ(۷)۔''

معاذہ (فقہائے تابعات میں شمار ہوتی ہیں) رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ ایک خاتون نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا! کہ ہم میں سے (کوئی حائض عورت) پاکی کے بعد رہ جانی والی نمازوں کی قضاء کرے گی؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم حروریہ ہو (حروراء کوفہ سے دو میل کی مسافت پر ایک جگہ کا نام ہے، جہاں بکثرت خوارج پائے جاتے تھے، جن کا نظریہ تھا کہ قرآن میں جو حکم ہے وہ مانا جائے گا، اور جو احکام سنت سے ثابت ہیں، وہ واجب العمل نہیں (فتح الباری) حقیقت یہ ہے کہ ہمیں آپ ﷺ ماہواری کے ایام کی نمازوں کے متعلق قضاء کا حکم نہیں فرماتے تھے۔

ماہواری کے ایام میں رہ جانے والی نمازوں کے حکم کے متعلق قرآن کریم کی نصوص خاموش ہیں، سنت و حدیث میں بیان ہوا ہے کہ ان کی قضاء نہیں، چنانچہ اس خاتون کے سوال سے ام المومنین رضی اللہ عنہا کو محسوس ہوا کہ شاید وہ بھی خوارج کی طرح یہ حکم تسلیم نہیں کرتی، اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا نے ایسا جواب دیا، جس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن کی طرح حدیث بھی ایک مستقل مصدرِ شریعت ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک خاتون سے مکالمہ:

عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَ الْمُؤْتَشِمَاتِ، وَ الْمُتَنَمِّصَاتِ وَ الْمُتَفَلِّجَاتِ، لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ امْرَأَةً مِنْ بَنِي أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوبَ، فَجَاءَتْ فَقَالَتْ: إِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكَ أَنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ، فَقَالَ: وَ مَالِيَ أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ، وَ مَنْ هُوَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَتْ: لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ، فَمَا وَجَدْتُّ فِيهِ مَا تَقُولُ، قَالَ: لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ، أَمَا قَرَأْتِ: {وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا} [الحشر:۷] قَالَتْ: بَلٰى، قَالَ: فَإِنَّهُ قَدْ نَهٰى عَنْهُ الخ[۸]۔

حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لعنت فرماتے ہیں ٹیٹو بنانے والی عورتوں، ٹیٹو بنوانے والیوں، بھوؤں کے بال تراشنے والیوں، حسن کے لیے دانتوں کے درمیان خلاء (کرنے والیوں) اور اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرنے (والیوں) پر، یہ بات بنو اسد کی ایک خاتون کو پہنچی، جو امِ یعقوب کے لقب سے مشہور تھی، اس نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر ہو کر کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ آپ فلاں فلاں کو لعنت بھیجتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس پر لعن کیوں نہ کروں؟ جس پر رسول اللہؐ نے لعن فرمایا ہے، اور جو حکم قرآن میں ہے، خاتون نے کہا: میں دو تختیوں

کے درمیان جتنا قرآن محفوظ ہے وہ پڑھ چکی ہوں مجھے تو نہیں ملا جو آپ کہہ رہے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم غور سے پڑھتی، تو تمہیں ضرور مل جاتا، کیا تم نے یہ نہیں پڑھا: {وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا} [الحشر:۷] کہ جو کچھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہیں دیا اسے تھام لو، اور جس سے روکا، اس سے رک جاؤ؟ اس نے کہا: جی ہاں! (یہ تو پڑھا ہے)، آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا (اسی وجہ سے لعنت کرر ہاہوں) کہ حضور ﷺ نے ان کاموں سے منع فرمایا ہے۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حدیث مبارک اور سنت رسول ﷺ کو شرعی حکم کے لیے بحیثیت مستقل مصدر پیش فرمانا چاہتے ہیں، اور اس کے لیے آیت کریمہ بطورِ استدلال پیش فرماتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا مکالمہ:

''عَنْ أُمَيَّةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّهُ قَالَ: لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: إِنَّا نَجِدُ صَلَاةَ الْحَضَرِ، وَصَلَاةَ الْخَوْفِ فِي الْقُرْآنِ، وَلَا نَجِدُ صَلَاةَ السَّفَرِ فِي الْقُرْآنِ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: ابْنَ أَخِي! إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ إِلَيْنَا مُحَمَّدًا وَلَا نَعْلَمُ شَيْئًا فَإِنَّمَا نَفْعَلُ كَمَا رَأَيْنَا مُحَمَّدًا يَفْعَلُ(۹)۔''

امیہ بن عبد اللہ بن خالد رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا کہ ہم حالتِ اقامت کی نماز، اور صلوٰۃ الخوف کا تذکرہ تو قرآن میں پاتے ہیں، لیکن سفر کی نماز کا تذکرہ قرآن میں نہیں ملتا، ابن عمرؓ نے فرمایا: اے بھتیجے! اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف محمدؐ کو نبی بنا کر بھیجا، ہمیں اور کچھ نہیں پتا، ہم تو ویسا ہی کرتے ہیں جیسے ہم نے حضور ﷺ کو کرتے دیکھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ایک خصوصی وصف میں مشہور و معروف ہیں کہ آپ ہر چھوٹی، بڑی چیز میں اتباعِ سنت کا لحاظ رکھتے تھے حتیٰ کہ سفر کے دوران جہاں حضور ﷺ قضائے حاجت کے لیے بیٹھے، آپ بھی وہاں ضرور بیٹھتے تھے اگرچہ تقاضا نہ ہوتا، اس سوال کے جواب میں بھی آپؓ کا وہ وصف واضح طور پر چھلک رہا ہے کہ جواب میں کوئی حجت، دلیل یا منطق بیان نہیں فرمائی، بلکہ عاشقانہ جواب دیا کہ اے بھتیجے! ہمیں تو کچھ معلوم نہیں، ہم تو بس وہی کرتے ہیں جو حضور ﷺ کو کرتے دیکھا، اپنی طبعی عاشقانہ فطرت میں اتنی اہم بات سادے سے لفظوں میں کہہ گئے، یقیناً ایک عاشقِ رسولؐ مؤمن کے لیے حدیث مبارک پر عمل کرنے، اور سنت کو مستقل مصدر کی حیثیت ماننے کے لیے یہی ایک بات کافی ہے کہ یہ حضور ﷺ کا فرمان

اور سنت ہے۔

اسی طرح خلفائے راشدینؓ اور باقی تمام کبار و صغار صحابہؓ کا یہ عمل رہا ہے کہ جب کوئی مسئلہ قرآن سے حل نہ ہوتا تو فوراً سنت کی تلاش میں لگ جاتے ، اور ایک دوسرے سے اس مسئلہ کے حکم کے متعلق نبوی ہدایات دریافت فرماتے تھے، ان کا یہ عمل سنت کے ماخذ اور مصدر ہونے کی خود ایک مستقل دلیل ہے۔

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اکمل و اتم

حواشی وحوالہ جات

۱۔الشيخ محمد يوسف البنوري، معارف السنن، شرح حديث ويل للأعقاب من النار، ۱/ ۲۵۱،مجلس الدعوة والتحقيق، ومنتخب مباحثِ علم حديث، بحث: احکام شرعیہ کا ماخذ اول باعتبار وجود،ص: ۱۳۱، مکتبۃ بینات جامعۃ العلوم الاسلامیۃ.

۲۔الإمام محمدبن إدريس الشافعي، الرسالة،فقرة ۲۹۹۔۳۰۰،ص:۸۰،دار النفائس،ط:الثانية:۱۴۳۱ھ

۳۔ابن قيم الجوزية (المتوفى: ۷۵۱ھـ)، إعلام الموقعين عن رب العالمين، بحث زيادة السنة على القرآن،۲/ ۲۲۰ د ار الكتب العلمية، بيروت، الأولى، ۱۴۱۱ھ - 1991م

٤۔المصدر السابق:۲/۲۲۱.

۵۔أبوالسعادات المبارك بن محمد الجزري، النهاية في غريب الحديث والأثر،مادة جلب،جنب،شغر،۱/۷۸۴، ۱/۸۱۹...۲/۱۱۷۷المكتبة العلمية - بيروت ، ۱۳۹۹ھ - 1979م.

٦۔أبوالقاسم الطبراني (المتوفى: ۳۶۰ھـ)، المعجم الكبير،۱۸/۱۶۵، مكتبة ابن تيمية – القاهرة،ط: الثانية.

۷۔الإمام البخاري، الجامع المسند الصحيح، كتاب الحيض، باب لا تقضي الحائض الصلاة،۱/۷۱،الرقم:۳۲۱، دار طوق النجاة،ط: الأولى ۱۴۲۲ھـ

۸۔الإمام البخاري، الجامع المسند الصحيح، كتاب التفسير:باب { وما آتاكم الرسول فخذوه}،۶/۱۴۷،الرقم:۴۸۸۶، دار طوق النجاة،ط: الأولى ۱۴۲۲ھـ

۹۔الإمام النسائي (المتوفى: ۳۰۳ھـ)، السنن الكبرى، كتاب قصر الصلاة في السفر، تقصير الصلاة في السفر، مؤسسة الرسالة – بيروت،ط: الأولى، ۱۴۲۱ ھ - 20

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ

محمد علی مرزا کا فتنہ

نیٹ استعمال کرنے والے لوگ انجینئر علی مرزا کے نام سے واقف ہوں گے۔ مگر اُن میں سے اکثر کو یہ معلوم نہیں ہو گا کہ انجینئر صاحب کسی مدرسہ کے فاضل، کسی خانقاہ کے فیض یافتہ اور کسی مستند بزرگ کے تربیت یافتہ نہیں۔ مزید یہ کہ اس سب سے محروم ہونے کے باوجود علماء، مشائخ و بزرگان دین بلکہ صحابہ کرام کا تذکرہ حقارت سے کیا کرتے ہیں۔ یعنی نفوس قدوسیہ کے فیض سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے باغی بھی ہیں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ طیبہ تھیں۔ حضور کی بیویاں امت کی مائیں ہیں اس لحاظ سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو "خال المسلمین" یعنی اُمت کا ماموں کہا جاتا ہے۔ علی مرزا نے اُن کا طعن آمیز تذکرہ کرتے ہوئے کہا: یہ سب بگاڑ تمہارے ماموں کی وجہ سے ہوا۔ اگر وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پہ لعن طعن نہ کرتے تو بعد کے لوگوں کو راستہ نہ ملتا۔"

مرزا صاحب نے ایک تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا ماموں سمجھنے کی بجائے طعن کے طور پہ کہا کہ وہ تمہارے ماموں ہیں اور بُرے ہیں۔

دوسرا یہ کہ انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف غیر ثابت بات کو منسوب کیا، جس کا جواب مرزا کی پیدائش سے بہت پہلے دیا جا چکا۔ لیکن وہ اسی مردود بات کو اَب حرزِ جان بنائے ہوئے ہیں۔

مرزا صاحب اپنی تمام تر محرومیوں اور کمزوریوں کے باوجود بعض لوگوں میں مقبول کیوں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب کے چاہنے والوں میں میری معلومات کے مطابق ایک بھی مستند عالم نہیں ہے، لاعلم عوام ہیں۔ عوام خالی الذہن ہوتے ہیں جیسے کوئی چاہے، ان کا ذہن بھر دے۔ مرزا نے عوام کا ذہن خراب کرنے میں کئی سال لگائے ہیں تو ان ذہنوں کی صفائی میں یقیناً عرصہ لگے گا۔ وہ وقت دُور نہیں کہ علی مرزا کی حقیقت جب لوگوں کے سامنے منکشف ہو جائے گی تو ان کے اپنے ہی ان کے مخالف ہو جائیں گے۔ ماضی میں کتنے فتنے اُبھرے مگر علمائے حق کے جان دار تعاقب سے وہ اپنی موت آپ مٹ گئے آج کتابوں میں صرف اُن کا نام باقی رہ گیا۔

مرزا کے چہیتے دعوی کیا کرتے ہیں کہ وہ ہر بات پہ حدیث کے سکین دیتا ہے۔ عرض ہے کہ بہت سے مقامات ہیں جہاں وہ نہ صرف حدیث پیش نہیں کرتے بلکہ حدیثوں کے خلاف غیر مستند لوگوں کے اقوال پیش کر کے اس میں اپنی طرف سے مزید ملمع سازی کر دیتے ہیں۔ مثلاً مرزا صاحب نے جی بھر کے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی کا ارتکاب کیا۔ ہمارا سوال ہے کہ ان کی گستاخی کے ثبوت وجواز میں کون سی حدیث پیش کی؟ حدیثوں میں تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل مذکور ہیں مرزا صاحب حدیثوں کے خلاف تاریخ کے کھوٹے سکے قوم کو دے رہے ہیں۔

مزید یہ کہ صرف سکین دینا کافی نہیں، اور بھی کئی چیزیں جاننے کی ضرورت ہوتی ہے مثلا: ترجمہ صحیح کیا، حدیث کا مطلب صحیح بتایا، وہ حدیث منسوخ تو نہیں؟ اور وہ حدیث ضعیف تو نہیں وغیرہ۔ یہ سب عوام کو معلوم نہیں، ان کے چہیتے صرف حدیث کا سکین دیکھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔

مولانا بشیر احمد نقشبندی صاحب حفظہ اللہ

پنج پیری مماتی دیوبندی نہیں

اہل باطل کا ہمیشہ یہ وطیرہ رہاہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک اچھی نسبت سے متعارف کراتے ہیں تاکہ اس نسبت کے نیچے اپنے گندے نظریات کو پھیلایے۔ جس طرح بازار کے اندر دو نمبر مال پر میڈ اِن جاپان کا جعلی لیبل عام ہو گیا ہے، اسی طرح شاہراہ تحقیق کے دو نمبر اسکالر اپنے دو نمبر نظریات پر مسلک دیوبند کی جعلی چھاپ ضروری خیال کرنے لگے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس چھاپ کے بغیر ان کے نظریات کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ کرے گا۔ یہی حال مماتی حضرات کا ہے حالانکہ یہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ فکر دیوبند اور ان کے نظریات کے درمیان بعد المشرقین موجود ہے__ بالفاظ دیگر اگر گلاب سنگھ خود کو گلاب شاہ کہلائے تو کیا اس کے کہنے سے وہ سید شمار ہو گا؟ **حاشا وکلا**۔ یہی حال مماتیت کا ہے لیکن اکابرین دیوبند کے چوٹی کے اکابر جن کے اقوال دیوبندیت کے لیے سند اور حجت کی حیثیت رکھتے ہیں میں بابنگ دہل اعلان کیا گیا ہے کہ مماتی دیوبندی نہیں ہیں۔

بدعتی گروہ یعنی رضاخانی جماعت کے ایک شخصیت بنام میثم رضوی نے وکیل بلا توکیل مماتیت کی وکالت کر کے ان کو دیوبندی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مجلہ کلمہ حق میں بعض حوالجات میں تو دجل سے کام لیا ہے اور بعض ان حضرات کے اقوال کا سہارا لیا ہے جن کو خود مماتیت کے نظریات سے تفصیلی واقفیت نہیں یا وہ خود نظریات وعقاید کے حوالے سے تساہل کے شکار ہیں۔ جب ایک دور میں رضاخانیوں نے بھاگ دوڑ شروع کی تھی کہ دیوبندی بریلوی اتحاد قائم ہو، جس کے لیے مختلف اکابرین سے انہوں نے ملاقاتیں بھی کی تھیں۔ جب امام اہل سنت شیخ سر فراز خان صفدر رح کو پتہ چلا تو حضرت الشیخ نے درجہ ذیل خط لکھا۔

> "ہدیہ مسنونہ کے بعد عرض ہے کہ سنا ہے کہ دیوبندی بریلوی مصالحت ہوا چاہتی ہے۔ راقم کا وہ بیان جو جناب نیازی صاحب کے نکات کے جواب میں تھا، ابھی تک کیوں شائع نہیں ہوا؟ یہ بہت غیر ذمہ دارانہ حرکت ہے۔ چونکہ ان کے کنز الایمان، خزاین العرفان اور مولویوں پر پابندی ہے، وہ اس بھنور سے اس حیلہ اور تدبیر سے اپنی راہ ہموار کرتے ہیں "فیصلہ ہفت مسئلہ" کو

سامنے رکھ کر اپنا کام ڈھیلے ڈھالے دیوبندیوں کے زریعے نکالیں۔الخ

(مجلہ صفدر گجرات امام اہل سنت نمبر 519)

آگے مفصل خط ہے محل استدلال یہ ہے کہ ایسے مواقع پر یہی اہل باطل بعض ڈھیلے ڈھالے دیوبندیوں کے اقوال سے کام چلاتے ہیں۔یہی وطیرہ میثم رضوی نے بھی چلایایا تو ڈھیلے ڈھالے دیوبندیوں کے اقوال جمع کیے اور یا ان حضرات کے اقوال سے کام لیا جن کو مماتیوں کے تفصیلی عقاید کا علم نہیں تھا۔لہذا ان کے قول کی کچھ حیثیت نہیں رہی۔خود بریلویوں کے غزالی دوران رازی زمان سعید احمد کاظمی لکھتے ہیں کہ

"بعض حضرات وہ ہیں جن کے زمانے میں اگرچہ وہ عبارات شائع ہو چکی تھیں، مگر ان کی نظر سے نہیں گزریں، اس لیے انہوں نے تکفیر نہیں فرمائی، ہمارے مخالفین میں سے آج تک کوئی شخص اس امر کا ثبوت پیش نہیں کرسکا کہ فلاں مسلم بین الفریقین بزرگ کے سامنے علمائے دیوبند کی عبارات متنازعۃ فیہا پیش کی گئی، اور انہوں نے ان کو صحیح قرار دیا یا تکفیر سے سکوت فرمایا۔"

(الحق المبین 56)

سعید احمد کاظمی کی یہ عبارات واضح قرینہ ہے کہ جب بعض اکابر کو کسی کے نظریات کا پتہ نہ ہو عدم علم ہو تو ان کے اقوال کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔لہذا ایک اصولی جواب ہو گیا میثم کے تمام نقل شدہ اقوال غیر مرضی کے۔

بندہ فتنہ مماتیت کے متعلق ان اشخاص کے اقوال پیش کرتا ہے جو عقاید کے حوالے سے متصلب شخصیات ہیں۔

1) استاد الکل شیخ سلیم اللہ خان نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں کہ

"لوگ کہا کرتے ہیں کہ جو دوسرے حیاتی مولوی مماتیوں کے خلاف ہیں، وہ تو اتنے سخت نہیں ہیں، یہ (یعنی شیخ سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ) بہت سخت ہے۔تو میں کہا کرتا ہوں کہ انہوں نے دیوبند دیکھا بھی نہیں، انہوں نے دیوبند میں وقت ہی نہیں گزارا۔اور ایک اور بات، بہت سے لوگوں نے گزارا ہے فقط ایک سال، دورے کے لیے گئے۔ایک سال میں دیوبند کا مزاج کچھ سمجھ نہیں آتا۔مگر میں نے وہاں پانچ سال گزارے ہیں۔اور یہ بھی آپ کو بتادوں، فخر کے طور پر نہیں، میں نے وہاں پانچ سال اس طرح گزارے ہیں کہ میں وہاں اپنے اساتذہ کی آنکھوں

کا تارا تھا، وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ میں نے پانچ برس دیوبند میں اس طرح گزارے ہیں کہ مجھے حضرات اساتذہ کا خصوصی قرب حاصل رہا، تو اس لیے میں جس طرح علمائے دیوبند کے مزاج و مذاق سے واقف ہوں، یہ تو نہیں کہتا کہ اور کوئی واقف نہیں، نہیں! مجھ سے زیادہ واقفیت رکھنے والے بھی ہوں گے، لیکن یہ جو ایک ایک سال رہ کر وہاں سے آتے ہیں، ان کو کچھ پتہ نہیں، یہ دیوبند کے مذاق و مزاج سے واقف نہیں ہیں۔ اور دیوبند کا مزاج مماتیوں کے مطابق ہرگز نہیں ہے۔۔۔ تھوڑا آگے جا کر فرماتے ہیں کہ "حضرات صحابہ کرامؓ سے لیکر آج تک تمام ہی علماء کا مسلک حیات النبیؐ کا رہا ہے، علماءے دیوبند بھی اسی کے قایل ہیں، جو شخص حیات کی بجایے ممات کا عقیدہ رکھتا ہے، اس کا علمائے دیوبند سے کوئی تعلق نہیں۔

(ماہنامہ الفاروق بابت ماہ رمضان المبارک 1434ھ بحوالہ فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ صفحہ 420تا421)

2) ____ ایک جگہ شیخ سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبد السلام خضروی صاحب کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ

"خود ماہنامہ تعلیم القرآن نے المہند علی المفند کے متعلق لکھا ہے کہ: اسے عقاید کا خلاصہ کہنا یا عقاید علمائے دیوبند کہنا پرلے درجہ کی ضلالت ہے" اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ "اشاعت التوحید و السنۃ" حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کے فیصلہ پر کاربند ہے؟ یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ "اشاعۃ التوحید و السنۃ "عقیدہ حیات النبیؐ کی قایل ہے؟ یا علمائے دیوبند کے عقاید کے ساتھ متفق ہے؟ اب اشاعۃ التوحید و السنۃ کی اکابر علمائے دیوبند کے عقاید سے متصادم واضح پالیسی اور گستاخانہ انداز دعوت کے بعد بھی الخ۔۔

(مکتوب سلیم 62)

3) ____ مزید شیخ عبد السلام خضروی کو لکھتے ہیں کہ

"بندہ نے آپ کو پہلے بھی لکھا ہے اور اب بھی گزارش ہے کہ "اشاعت التوحید و السنۃ" جب اپنی مرکزی قیادت سمیت من حیث الجماعت اکابر علمائے دیوبند قدس سرہم کے عقاید کو کفر و شرک قرار دے چکی ہے اور فکری آزادی کی صورت میں اپنا الگ راستہ منتخب کر چکی ہے تو آپ کو اس

اشاعت سے کیا غرض ہے؟ اشاعت کے عنوان پر اپنی صلاحتیں اور وقت بالخصوص عمر کے اس حصہ میں ضائع کرنے کے بجائے آپ اکابر کے متبع ہو کر رہیں اور انہیں بچانے اور ان پر پردہ ڈالنے کی ایسی کوششوں کو چھوڑ دیں جو خود اشاعت کے ان ذمہ داروں کو بھی قبول نہیں اور نہ یہ لوگ آپ کو کسی بھی اعتبار سے اشاعت کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں۔

(مکتوب سلیم 87)

یہ ان شخصیت کے اقوال ہیں جو اکابر دیوبند کے مزاج و مذاق سے واقف تھے اور خود ان کی نام دیوبندیت میں سند اور حجت کی حیثیت رکھتی ہے۔لہٰذا میثم رضوی طفیلی بن کر مماتیوں کی وکالت نہ کریں۔جب خود اکابر دیوبند مماتیوں کو دیوبندی تسلیم نہیں کرتے ہیں۔تو آپ کون ہے مماتیوں کو دیوبندیت میں شمار کرنے والے؟۔

4)___ سابقہ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اشاعت التوحید والسنۃ کے عقاید و نظریات پر مشتمل ایک تفصیلی استفتاء اکابرین دیوبند سے کیا ہے، جس کا جواب دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ شاہی مراد آباد کے اکابر نے دیا ہے اور یہ تفصیلی استفتاء اور جواب دونوں فتاویٰ قاسمیہ میں چھپ چکا ہے۔ صرف جواب پر اکتفاء کرتا ہوں۔ تفصیل کے لیے فتاوی قاسمیہ کی طرف رجوع کریں۔

"الجواب وباللہ التوفیق"

آپ نے سوال کے ساتھ اشاعت التوحید والسنۃ کے جو نظریات حوالے کے ساتھ ذکر کیے ہیں، یہ سب نظریات اکابر دیوبند اہل السنۃ والجماعت کے مسلک کے خلاف ہیں۔اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان، اکابر علمایے دیوبند کے عقیدہ و مسلک سے منسوب مدارس عربیہ کا وفاق ہے، پس ان مدارس کے عقاید، افکار، نصاب تعلیم اور نظام پر نظر رکھنا ضروری ہے اور جماعت "اشاعت التوحید والسنۃ" نے اپنے اکثر نظریات میں اعتزال کا راستہ اختیار کرر کھاہے غیر مقلدیت سے ملے ہویے نظر آتے ہیں۔لہٰذا مناسب یہ ہے کہ جماعت "اشاعت التوحید والسنۃ" کو وفاق المدراس سے علیحدہ کر دیا جایے، ان کو شامل رکھنے میں بہت سے مفاسد کا اندیشہ ہے۔باقی سوالات کے جوابات ضروری نہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔فقط واللہ اعلم!

حبیب الرحمن عفااللہ عنہ

مفتی دار العلوم دیوبند

19 ذی قعدۃ 1433ھ

الجواب صحیح: ابو القاسم نعمانی غفرلہ

مہتمم دار العلوم دیوبند ۲۰/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح والمجیب مصیب

کتبہ: سعید احمد پالنپوری صدر المدرسین دار العلوم دیوبند

20/11/1433ھ

(فتاوی قاسمیہ 2/289)

نوٹ:

ہمارے وفاق المدارس العربیہ کے موجودہ اکابرین کو بھی دار العلوم دیوبند کے اس فتوی پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور پنجاب کے جو بعض مماتیوں کو وفاق میں رکھا ہے بالفور ان کا اخراج اگر کریں تو سواد اعظم اہل السنۃ والجماعت دیوبند کے ساتھ احسان عظیم ہو گا۔

5) ___ صدر الافاضل فخر الاماثل جامع شریعت وطریقت حضرت العلامہ الحاج القاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند ایک مفصل مضمون میں رقم طراز ہیں کہ

"مسئلہ زیر بحث میں جہاں تک اپنے بزرگوں کی کتابوں، فتاوے، مقالات اور متوارث ذوق کا تعلق ہے، دیوبندیت تو یہی ہے کہ برزخ میں آنحضرت کو حیات دنیوی کے ساتھ زندہ مانا جائے کیونکہ دیوبندیت کی موجودہ جماعتی تشکیل قیام دار العلوم سے شروع ہوتی ہے جس کی ابتداء حضرت اقدس حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں ان کے دو جلیل القدر خلفاء حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی رحمہا اللہ سے ہوئی۔

ان تینوں کا مسلک بھی حیات دنیوی ہے پھر آخر الذکر دو بزرگوں کے تلامذہ مثل حضرت شیخ الہند، حضرت مولانا احمد حسن امروہی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا حافظ محمد احمد مہتمم دار العلوم دیوبند، حضرت مولانا

حبیب الرحمن صاحب عثمانی ، حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمن صاحب دیوبندی مفتی اعظم دارلعلوم دیوبند رحمہمُ اللہ وغیرہ حضرات کا بھی یہی مسلک تھا جو ان کے مطبوعہ فتاوی ومقالات میں محفوظ ہے۔ پھر ان کے اکابر کے تلامذہ مثل حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی حضرت مولانا مرتضی حسن صاحب، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور دوسرے اساتذہ دارلعلوم دیوبند رحمہمُ اللہ وغیرہ حضرات کا بھی یہی مسلک ہے، یہی حضرات دیوبندیت کے اساطین کہلاتے ہیں اس لیے دیوبندیت تو حیات النبیؐ کے بارے میں حیات دنیوی (باعتبار ابدان دنیا) ہی ہے جو برزخ میں قایم ہے۔

جو حضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلہ میں دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔

محمد طیب مدیر دارلعلوم دیوبند حال وارد ملتان۔

(ماہنامہ الصدیق ملتان شمارہ ۳۰ماہ ربیع الاول۱۳۷۷ھ بحوالہ مقام حیات 282)

نوٹ: یہ اصل تحریر خیر المدارس ملتان میں موجود ہے۔

قارئین کرام! دیکھیں چالیس سالہ دار العلوم دیوبند کے مہتمم قاری طیب صاحب نور اللہ مرقدہ خود بھی اور اساطین دیوبند سے نقل کر رہے ہیں کہ مسئلہ حیات میں مماتی دیوبندی نہیں دور دور کا بھی مسلک دیوبند سے ان کا تعلق نہیں! لیکن بریلوی میثم رضوی زور لگا رہے ہیں کہ مماتی دیوبندی ہیں۔ فیاللعجب ویاضیعة للادب۔۔

6)___ امام اہل سنت والجماعت شیخ سرفراز خان صفدر جو علی الاطلاق اکابرین دیوبند کے نظریات کے ترجمان ہیں۔ جس پر واضح قرینہ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے کتب پر اکابرین دیوبند کے تقریظات کا ثبت ہونا ہے، حضرت اقدس رح نے مماتیوں کے خلاف کئی کتابیں لکھی ہے مثلاً تسکین الصدور، سماع موتی، الشہاب المبین، المسلک المنصور وغیرہ۔۔ ان سب کا مشترکہ یہی ہے کہ عقیدہ حیات النبیؐ، سماع موتیٰ، وسیلہ اور استشفاع وغیرہ مسائل میں مماتی دیوبندیت سے ہٹ کر مسلک اپنائے ہوئے ہیں۔ امام اہل سنت شیخ سرفراز خان صفدرؒ قاضی شمس الدین صاحب کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"گستاخی معاف صرف پگڑی اور سند ملنے سے ہی آدمی دیوبندی مسلک کا پیرو تو نہیں ہو جاتا! آپ کو معلوم ہو گا کہ بعض غیر مقلدین حضرات دیوبند کی سند لیے پھرتے ہیں۔ مولوی بشیر احمد

صاحب گجرانوالوی قبرستانی اور مولوی منظور الحق صاحب وڈا سندھواں ضلع سیالکوٹ وغیرہ بھی دیوبند کے سند یافتہ تھے لیکن ساری زندگی بدعات کی ترویج میں انہوں نے گزار دی۔ آپ کے دیوبندی مسلک ترک کرنے کا اس لیے لوگوں کو شبہ ہے کہ آپ المہند میں درج شدہ دیوبندی مسلک کی ترجمان عبارت کو کھلے بندوں تسلیم نہیں کرتے۔ اور صاف فرماتے ہیں کہ ہمیں کوئی دیوبندی کہے یا نہ کہے ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔ انصاف سے فرمائیں آپ کی اس تصریح کے بعد صرف دستار بندی سے آپ کی دیوبندیت کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟

(الشہاب المبین 45)

تو امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے کھل کر مماتیت کی نفی کی ہے کہ یہ دیوبندی نہیں ہے۔

7) قائد اہل سنت وکیل صحابہ مظہر شریعت وطریقت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

"مسئلہ حیات النبیؐ کے انکار کی وجہ سے تمام اکابر دیوبند نے مولوی غلام اللہ خان اور ان کی پارٹی سے انقطاع کر لیا تھا۔"

(کشف خارجیت 136)

آگے پھر تفصیل لکھا ہے کہ کس طرح قاری طیب صاحب نور اللہ مرقدہ نے فیصلہ لکھا اور شیخ غلام اللہ خان رحمہ اللہ نے دستخط کیے وغیرہ۔ لیکن عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی اور ان کا شر ذمہ قلیلہ آخر تک اپنی ضد پہ اڑا رہا۔ تو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"جو عقیدہ مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری اور ان کی پارٹی کا ہے وہ اہل حق کے اجماعی عقیدہ کے خلاف ہے"

(کشف خارجیت 139)

آگے لکھتے ہیں کہ

"۲ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ کو ملتان جمیعت اشاعت التوحید والسنۃ کا ایک اجلاس مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری صدر جمیعت اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان منعقد ہوا جس میں حسب ذیل قرارداد پاس کی گئی:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ امابعد۔

ہمارے شیخ حضرت علامہ مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالی اور ان سے تعلق رکھنے والے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام علماء ومشائخ کا کتاب وسنت ارشادات سلف اور اقوال ایمہ متقدمین حنفیہ کی روشنی میں اپنا مسلک تو یہ ہے کہ سماع صلوۃ وسلام عند قبر النبیؐ ثابت نہیں لیکن جو لوگ قبر شریف کے پاس عند قبر النبی صرف صلوۃ وسلام کے سماع کے قائل ہیں ہم ان کو کافر نہیں کہتے بلکہ ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج بھی قرار نہیں دیتے۔ جو شخص ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر سمجھے ہماری جماعت اشاعت التوحید والسنت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

اسی طرح جو لوگ سماع اموات عند القبور کے قائل ہیں ان کا بھی ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔

(کشف خارجیت 140)

اس عقیدہ پر تقریبا 20 مماتیوں کے سرغنوں کے نام اور دستخط ثبت ہیں۔ اس کے متعلق حضرت قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

"جو عقیدہ مذکورہ اراکین اشاعت التوحید والسنت نے لکھا ہے یہ ان سے پہلے اکابر علمائے اہل سنت والجماعت میں سے کسی کا بھی نہیں ہے"

(کشف خارجیت 141)

نوٹ: اشاعت التوحید کے مندرجہ بالا اجلاس کے مطابق خضر حیات، عطاء اللہ بندیالوی یا دیگر جو مماتی سماع عند قبر النبیؐ کے قائلین کو مشرک کہتے ہیں اشاعت التوحید والسنت کے ساتھ بھی ان کا کوئی تعلق نہیں۔

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

8)___ علامہ خالد محمود صاحب رحمہ اللہ نے مماتیت کے رد میں مستقل کتاب بنام "مقام حیات" لکھی ہے جس میں بڑے شدومد سے ثابت کیا ہے کہ مماتیوں کے نظریات اہل حق اکابرین دیوبند کے نظریات نہیں ہیں۔ علامہ صاحب لکھتے ہیں کہ

" قرآن مقدس اور بخاری محدث اس رسالہ کو پاکستان میں پھیلانے والے لوگ دوسروں کو مغالطہ دینے کے لیے اپنے آپ کو دیوبند سے منسوب کرتے ہیں۔ لیکن یہ نظریہ علمائے دیوبند کا نہیں ہے جو اس کتاب میں دیا گیا ہے۔ اس میں مصنف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ " صحیح بخاری" اور قرآن کریم ایک دوسرے کے مقابل کی کتابیں ہیں۔ گویا" صحیح بخاری" قرآن کریم کے خلاف ایک سازش کے طور پر لکھی گئی ہے۔

دیوبند ایک علمی درسگاہ ہے مسلک دیوبند وہی ہے جو اکابر علمائے دیوبند کا عقیدہ اور مسلک ہو رہے منتسبین دیوبند تو یہ اپنی جگہ صحیح اور غلط دونوں کے ہوسکتے ہیں ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو زبانی طور پر دیوبند سے انتساب تو رکھتے ہیں لیکن وہ اکابر دیوبند کے عقاید و نظریات سے کھلے طور پر نکل چکے پاکستان میں ان لوگوں کی ایک جماعت مرکزی اشاعت التوحید والسنۃ کے نام سے قائم ہے۔

(علم حدیث پر عصر حاضر کی جدید مشقیں306)

نوٹ:

احمد سعید ملتانی اشاعت التوحید والسنۃ کا پروردہ تھا اگرچہ انہوں نے جماعت سے نکالا تھا لیکن یاد رکھیں کسی نظریہ یا عقیدے کی بنیاد پر نہیں بلکہ جب انہوں نے جماعت کے اکابر پر زبان درازیاں شروع کی تو نکالا ورنہ جماعت کے نظم وضبط کو فالو کرتے ہوئے انہوں نے کئی گستاخیاں کی تھی لیکن یہ لوگ ان کو اپنا بیٹا تسلیم کیے ہوئے تھے۔ تفصیل کے لیے خس کم جہاں پاک لالہ موسی گجرات جو اشاعت کا ہی رسالہ ہے مطالعہ کریں۔

استاد المحدثین شیخ سلیم اللہ خان نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں کہ

" اشاعۃ التوحید والسنۃ کی طرف شائع کردہ " خس کم جہاں پاک " میں اس بات کو تسلیم کیا گیا کہ احمد سعید ملتانی جماعت سے نکالے جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی، قرآن مجید میں تحریف، رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی، آئمہ اسلاف اور خاص کر اکابر علمائے دیوبند کی گستاخی اور تکفیر کا مرتکب رہا ہے اور آخر تک اس پر قائم رہا، اس کے باوجود مولف لکھتے ہیں کہ یہ تو قائدین کا حوصلہ تھا کہ وہ پھر انہیں ساتھ لیکر چلنے کی کوشش فرماتے رہے۔ مولف خس کم

جہان پاک احمد سعید ملتانی کو اشاعۃ التوحید والسنۃ سے نکالنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
مولانا احمد سعید ملتانی کو کسی فقہی مسئلے میں اختلاف کی بنا پر نہیں بلکہ اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کے دستور سے انحراف کے جرم میں جماعت سے خارج کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ (خس کم جہاں پاک 9)
اس اقتباس پر آپ ہی انصاف سے فیصلہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی، قرآن میں تحریف، رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی آئمہ اسلاف اور خاص کر علمائے دیوبند کی تکفیر کو برداشت کرنا کیا حوصلہ کہلاتا ہے۔

(مکتوب سلیم 52,53)

یہ اتنا لمبا اور طویل اقتباس اس لیے لکھا گیا تاکہ کوئی احمد سعید ملتانی کے متعلق علامہ صاحب کا تبصرہ اشاعت التوحید کے متعلق ہی سمجھے کوئی الگ جماعت کے متعلق نہیں ہے۔

9) ____ شہید اسلام حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

"الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیوی سے قوی تر ہے، جو لوگ اس مسئلے کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علمائے دیوبند اور اساطین امت کے تصریحات کے مطابق علمائے دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا، اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں۔ ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل 10/341)

10) ____ حجۃ اللہ فی الارض سلطان المناظرین الامام الحجۃ الثقۃ الثبت النظار امین ملت علامہ امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"مماتی اہل سنت سے خارج ہے اور مفتی بہ قول یہی سمجھا جائے گا کہ یہ لوگ اہل سنت والجماعت سے یقیناً خارج ہیں، مماتیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، تو جیسے معتزلی، قدری، خارجی کے پیچھے نماز

نہیں ہوتی اسی طرح مماتی کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی۔

(خطبات صفدر 3/212)

تلک عشرۃ کاملۃ

یہ دس حوالجات ان اکابر کا ہم نے پیش کیے ہیں جن کے اقوال دیوبندیت میں سند اور حجت کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔ لہذا میثم قادری رضوی رضاخانی بدعتی نے ان حضرات کے اقوال پیش کئے ہیں جن کو مماتیت کا تفصیلی علم نہیں تھا جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس آدمی نے مفتی عمیر قاسمی صاحب آف انڈیا کا حوالہ بھی پیش کیا جب ان سے اس حوالے سے رابطہ کیا گیا جو آج بھی زندہ ہیں ہر بدعتی کے پاس ان کا نمبر ہے تو انہوں نے ببانگ دہل اس فتنے سے برات کا اعلان کیا اور اپنی کتاب کے متعلق وضاحت کی کہ اس کے اندر عنایت اللہ شاہ کا نام ناواقفی کی وجہ سے درج ہوا۔ مگر اس آدمی نے پھر بھی ان کی کتاب کا حوالہ دیا۔ خلاصہ کلام عدم علم کی وجہ سے کسی کی توثیق کا اعتبار نہیں ہوتا جیسا کہ پہلے بریلی رازی زمان غزالی دوران سعید احمد کاظمی کا حوالہ دیا گیا ہے لہذا میثم رضوی رضاخانی وکیل بلاتوکیل کے لیے یہی حوالجات کافی ہیں اور خود مماتیوں کے لیے بھی۔ کہ آئندہ کے لیے اپنے ناپاک منہ سے خاصان خدا اولیاء کرام اکابرین دیوبند کی طرف اپنا انتساب نہ کریں۔

رب نواز بھٹی

بہ سلسلہ غیر مقلدین قرآن وسنت کی کسوٹی پر

غیر مقلدین کے دعویٰ عمل بالقرآن کی حقیقت

(قسط:۵)

قصہ یونس کی قرآنی آیات کے اَصل معانی کو رَد کر دیا

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اَب دیکھئے کہ ان آیات میں کئی باتیں خرق عادت ہیں مثلاً مچھلی کے پیٹ میں جا کر یونس علیہ السلام کا زندہ رہنا، یونس کا مچھلی کے پیٹ میں تسبیح بیان کرنا اور پھر مچھلی کا یونس کو صحیح و سالم ساحل سمندر پر پھینک دینا اور اسی وقت کدو یا اس جیسے دوسرے درخت کا پیدا ہو کر ان پر سایہ کرنا۔ لہٰذا اِن خوارقِ عادت اُمور سے انکار کی راہ ہموار کرنے کے لیے آپ [عنایت اللہ اثری غیر مقلد (ناقل)] کو اور بھی بہت سے اَلفاظ کے دُور اَز کار معانی تلاش کرنے پڑے اور اصل معانی کو اس لئے رَد کر دیا کہ بزعم خود ان کے خیال میں معروف معنیٰ کرنے سے یونسؑ کی عصمت داغ دار ہوتی ہے کہ ان کی طرف کئی خرق عادت واقعات منسوب کیے جا رہے ہیں۔“

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۴۱)

قرآنی آیت پر ہاتھ صاف کر دیا

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”تیسری آیت جو حضرت یونسؑ کے وحی کا حکم ہجرت کا انتظار کئے بغیر نکل کھڑے ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے: فاصبر لحكم ربك ولا تكن كصاحب الحوت:(۶۸/۴۸)(اے محمدﷺ!) اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں صبر کرو اور مچھلی والے (حضرت یونس کی طرح بے صبر) نہ ہو جانا۔ اس آیت پر اثری صاحب نے یوں ہاتھ صاف کیا کہ ”آیت کریمہ کا ٹھیک مطلب یہ ہے کہ آپ دلیر ہو کر اللہ پاک کے حکموں کی تبلیغ کرتے جائیں۔ ولا تكن كصاحب الحوت کا مطلب ہے: آپ کو یونس کی طرح بہت بڑی تکلیف اُٹھانے کی ضرورت نہیں۔“ غور فرمایئے

قرآن کے کسی لفظ کا معنیٰ آپ کے ٹھیک مطلب کا ساتھ دیتا ہے ؟"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۴۱)

آیت کا غلط ترجمہ کر کے اپنا الو سیدھا کیا

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اس میں پہلا معنی درست ہے کیوں کہ کشتی والوں میں قرعہ اندازی ہو رہی تھی لہذا من المدحضین کا معنی موقع کے لحاظ سے بنتا ہے۔مات کھا گیا یا مات کھانے والوں سے ہو گیا۔ لیکن اثری صاحب نے دوسرا معنی پھسلانا اختیار کیا لیکن اس میں پھسلانے کے بجائے دھکیلنا کر کے اپنا الو سیدھا کر لیا۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۴۴)

قرآنی آیات کا غلط مطلب لینا

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد نے اثری صاحب کے متعلق لکھا:

"فالتقمہ الحوت کا ترجمہ فرمایا: آپ کو ایسی خطرناک جگہ پر پاؤں لٹکا کر بیٹھنا پڑا کہ مچھلیاں آ آکر آپ کے پاؤں کو چھونے اور بوسہ دینے لگیں۔ زندہ باد کیا کہنے ہیں اثری صاحب کے۔ اللہ پاک تو ایک مچھلی (حوُت) کی بات کرتے ہیں لیکن آپ بہت سی مچھلیوں سے یونسؑ کے پاؤں کو بوسہ دلوا رہے ہیں، منہ کو نہیں دلواتے۔ فرماتے ہیں کہ التقم کے معنی اگرچہ ابتلاع بھی آتا ہے یعنی کسی چیز کو منہ ڈال کر نگل لیا جائے مگر یہاں صرف منہ رکھنا ہی مراد ہے۔ (ب ۲۴۵) اس لیے کہ یہاں التقم کے معروف معنی ابتلاع یا نگلنا لئے جائیں تو اثری صاحب کا بنا بنایا کھیل ہی بگڑ جاتا ہے۔ لہذا اثری صاحب کا مشورہ یہ ہے کہ یہاں صرف منہ رکھنا ہی مراد لیا جائے۔ اَب اس سے آگے چلئے التقام کا معنی منہ رکھنے سے بھی بات نہیں بنتی تو بے دریغ اس کا معنی منہ رکھنے کی بجائے چھونا اور بوسہ دینا بھی کیا جا سکتا ہے۔ اب چوں کہ یونس ایک خطرناک جگہ پر پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں لہذا التقم کے معنی ہوئے حضرت یونسؑ کے پاؤں کو چھونا اور بوسہ دینا اور حوُت کے معنی ہوئے "بہت سی مچھلیاں" جو شاید تبرک سمجھ کر یہ فریضہ سرانجام دے

رہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کو ذوالنون بھی اور صاحب الحوت بھی اور دونوں کا معنی ایک ہی ہے یعنی مچھلی والا کیوں کہ آپ کو ایک مچھلی نے نگلا (فالتقمہ الحوت) لیکن اَثری صاحب اپنے قصہ میں جہاں بھی ذِکر فرماتے ہیں تو ایک مچھلی کی بجائے کئی مچھلیاں کا ذِکر فرمانے لگتے ہیں۔''

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۴۵،۲۴۴)

اَثری نظریہ کا رَدّ آیت میں موجود ہے

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''اَب دیکھئے! جو آیت اَثری صاحب اپنے بیان کی تائید میں آخر لا رہے ہیں۔ اسی آیت میں اَثری صاحب کا رَد موجود ہے مثلاً: (۱) اثری صاحب خطرہ ظاہر کرتے ہیں کہ کہیں یونسؑ مچھلیوں کی خوراک نہ ہوں اور آیت میں مچھلی کے پیٹ میں جانے کے متعلق کوئی شک و شبہ نہیں۔ خطرہ اگر تھا تو یہ کہ اگر یونسؑ تسبیح بیان کرنے والے نہ ہوتے تو قیامت تک اُس کے پیٹ میں رہتے۔ (۲) آیت میں فی بطنہٖ (اس ایک مچھلی کے پیٹ میں) ہے لیکن اثری صاحب بہت سی مچھلیوں کی بات کر رہے ہیں۔''

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۴۵)

آیت کا ترجمہ خلاف مزاج تھا تو اسے چھوڑ دیا

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''للبث فی بطنہٖ (یونسؑ اس مچھلی کے پیٹ میں رہتے) اَثری صاحب کے ترجمہ میں نہ ہی ہمیں لبث کا کہیں ترجمہ یا مفہوم ملا ہے اور نہ بطن کا۔ اور نہ یوم یبعثون کا۔ ان حروف کا ترجمہ بیان کرنا آپ کے مخالف پڑتا ہے لہٰذا دیدہ دانستہ چھوڑ دیا۔''

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۴۵)

کیلانی صاحب آگے لکھتے ہیں:

''لولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہٖ الی یوم یبعثون اگر وہ مچھلی کے پیٹ میں

خدا کی پاکیزگی بیان نہ کرتے تو قیامت تک اس کے پیٹ میں رہتے۔ سے صاف ظاہر ہے کہ آپ مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تھے خدا کی پاکیزگی بیان کرتے رہنے کی برکت سے وہاں سے نکلنے کی صورت اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی۔ ورنہ تا قیامت مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔ اس مفہوم کو آپ [اثری صاحب (ناقل)] نے اپنے بیان سے حذف کر دیا۔ پھر آپ ماشاء اللہ اہلِ حدیث بھی ہیں لہٰذا خود ہی درج ذیل حدیث بھی فرماتے ہیں۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۴۶)

کیلانی صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ اثری صاحب "اہل حدیث" ہیں۔

قرآن وحدیث کی بات تسلیم کرنے کو جی نہیں چاہا تو!!!

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اب دیکھئے اثری صاحب کو نہ تو حضرت یونسؑ کا قرآن کے الفاظ للبث فی بطنه سے مچھلی کے پیٹ میں جانا ظاہر ہوتا ہے اور نہ حدیث کے الفاظ اذ هو فی بطن الحوت سے۔ اور اثری صاحب کی عادت ہے کہ جہاں انہیں انکار کی کوئی وجہ نظر نہ آ رہی ہو اور قرآن وحدیث کی بات تسلیم کرنے کو جی بھی نہ چاہتا ہو تو قاری کو الفاظ کے گورکھ دھندے میں کچھ اس طرح ڈال دیتے ہیں کہ وہ سر پیٹ کر رہ جائے اور خاک بھی نہ سمجھے۔ اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں یوں کہیے کہ اگر اثری صاحب کو خود اس کی تشریح کرنے کو کہا جائے تو وہ خود بھی سر تھام کے بیٹھ جائیں... فرما رہے ہیں کہ فی بطن الحوت جار مجرور مل کر ساقط کے متعلق ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ "ساقط" کدھر سے آ گیا؟ اس کے لئے کوئی دلیل بھی ہے یا فقط آپ کی آرزو کے مطابق ساقط کو محذوف تصور کر لیا جائے۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۴۷)

کیا قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کا یہی طریق ہے؟

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"پھر آگے چل کر مزید توضیح فرماتے ہیں کہ "یونسؑ بھی اگر مچھلیوں کی خوراک بن کر

ان کے پیٹ میں چلے جاتے تو اللہ پاک انہیں بھی بر آمد کر الیتا مگر بفضلہٖ تعالیٰ موصوف کے ساتھ ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا، (ایضاص ۲۴۹) ہم حیران ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو ایک مچھلی اور اس کے پیٹ کا ذِکر فرماتے ہیں لیکن اثری صاحب بار بار مچھلیوں اور ان کے پیٹ کا ذِکر کیوں فرماتے ہیں۔ خدا تو یوں فرمائے: اگر یونسؑ تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک اس پیٹ میں پڑے رہتے اور آپ یوں فرمائیں کہ اگر مچھلیوں کے پیٹ میں چلے جاتے تو بھی خدا انہیں بر آمد کر الیتا۔ کیا قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کا یہی طریق ہے؟۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۴۷)

قرآن کا مفہوم اوجھل کرنے کے لئے کئی طرح کے جتن

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اَب ایک دوسرے پہلو سے حافظ صاحب کی اس کاوش اور محنت کو داد دیجئے جس کی بنا پر انہوں نے ابق، ساھم، مدحضین، التقام، حوت، مسبح، نادی، ظلمت، سقیم غرض یہ کہ تقریبا تمام الفاظ کے معروف معنی سے گریز اور بعض دفعہ مجازی اور کنائی معنی اختیار کئے اور بعض دفعہ غلط معنی کر لئے۔ پھر بھی بات نہ بنی تو آیات کے تقدیم و تاخیر سے بھی دریغ نہ کیا اور یہ بار بھی گردن پر اُٹھایا۔ پھر بھی بات نہ بنی تو کچھ قرآنی الفاظ کے ترجمہ یا مطلب کو نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔ اَب حافظ صاحب جن جن حربوں میں اپنی مہم میں کامیاب ہوئے اور جس حد تک کامیاب ہوئے وہ ظاہر ہے؟ اور جس قدر امانت و دیانت کے ساتھ انبیاء کی عصمت بیان ہو رہی ہے وہ بھی سب کے سامنے ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۴۷)

قرآنی دلائل کے علی الرغم... ہر مقام پر تاویل

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اَب دیکھئے کہ اثری صاحب جمہور مفسرین بلکہ قرآنی دلائل کے علی الرغم حضرت یونس کی ہجرت "بحکم الٰہی" قرار دیتے ہیں اور اس مفروضہ کی وجہ وہی ایک مشکل یا خرقِ عادت

امر ہے کہ آپ مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے بعد زندہ کیسے نکل آئے۔ اس مشکل نے آپ کو ہر مقام پر تاویل کے دامن میں الجھادیا۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۴۸)

طیر اکا معنی ہوائی جہاز

عنایت اللہ اثری غیر مقلد نے قرآنی الفاظ "**والطیر محشورۃ**" کا ترجمہ "طیاروں ہوائی جہازوں کا سلسلہ بھی ہر طرح سے اطمینان بخش تھا کہ وہ اپنے اپنے اڈوں پر اُتر کر جمع ہوتے تھے۔" کیا۔ مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد نے اثری صاحب کی مذکورہ عبارت پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"آپ نے طیر کے معنی ہوائی جہاز کر کے اور انہیں اپنے اڈوں پر اُتار کر تاریخ سے اپنی لاعلمی کا ثبوت مہیا کر دیا ہے کیوں کہ ہوائی جہاز کی ایجاد ۱۹۰۳ء میں ہوئی ہے۔ اس سے پہلے کم از کم ہماری اس دنیا میں نہ کوئی ہوائی جہاز اُڑا اور نہ کوئی ہوائی اڈا تعمیر ہوا۔ علاوہ ازیں طیر کے معنی طیارہ کرنا لغوی لحاظ سے بھی غلط ہے۔ عربی زبان اثری صاحب کے اجتہاد کی ہرگز محتاج نہیں وہ اہلِ عرب کی بول چال کے تابع ہے اگر کوئی لغت ایسی ہے تو اثری صاحب کو اس کا حوالہ پیش کرنا چاہیے۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۵۰)

(جاری)

علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ

رضاخانیوں کا اپنے شیخ الاسلام طاہر القادری کی توثیق

قارئین کرام! ماضی میں مرزا ناصر کو جب اپنی کفریات و خرافات کے دفاع کیلئے پارلیمنٹ بلایا گیا تو جہاں تاویل و توجیہ کا بوجھ اٹھانے سے عاجز ہو جاتا تو کہتا کہ ہمارے لئے یہ حجت نہیں، موصوف ہمارے اکابر و بزرگوں میں سے نہیں یا یہ کتاب ہمارے فلاں خاص مکتبے سے چھپی نہیں۔ کچھ عرصہ سے یہی وطیرہ آل بدعت نے اختیار کیا ہوا ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت کو پرائمری اسکول بنایا ہوا ہے جس میں کبھی کسی کو داخل کرتے ہیں کسی کو نکالتے ہیں۔

(۱) کوئی کہتا ہے کہ پیر نصیر تو قرون اولی کی نشانی تھی لیکن دوسرا کہتا ہے کہ وہابی تھا۔

(۲) کوئی کہتا ہے کہ پیر کرم شاہ ہمارے بزرگوں میں سے ہے تو دوسرا کہتا ہے کہ تحذیر الناس کی تائید کی وجہ سے پکا کافر تھا۔

(۳) کوئی کہتا ہے کہ احمد علی سندیلوی ہمارے بزرگوں میں سے ہے تو دوسرا کہتا ہے کہ صلح کلی ہے۔

(۴) کوئی کہتا ہے کہ علامہ اشرف سیالوی اشرف العلما، حجۃ الاسلام ہے تو دوسری طرف درجن بھر کتب سیالوی صاحب کے کفر پر شائع ہو رہی ہیں۔

(۵) کوئی کہہ رہا ہے کہ دعوت اسلامی اور الیاس عطاری صاحب تو امیر اہلسنت ہیں مگر بریلی مرکز سے کہا جاتا ہے کہ یہ سب ابلیس کے پیروکار ہیں۔

(۶) کوئی کہتا ہے کہ شاہ ابو الحسن فاروقی دیوبندی تھا نانوتوی کا مدح خواں تھا تو دوسرا کہتا ہے نہیں وہ تو ہم بریلویوں کا شیخ الاسلام تھا۔

(۷) ایک کہتا ہے کہ علامہ اختر رضاخان "تاج الشریعہ تھا مگر دوسری طرف جاہل اجہل بلکہ ہاشمی میاں انہیں بچپن میں بدفعلیاں کرنے والا تک کہہ دیتے ہیں۔

(۸) ایک طرف صاحبزادہ ابو الخیر ملت رضاخانیہ کا فخر ہے رضاخانی مناظر سعید اسد اس کی رائے کو پوری جماعت بریلویہ کی رائے سمجھتا ہے اسی لئے مسلک کی طرف سے اتفاقی نمائندہ ہونے کیلئے اس سے نمائندگی لانے

کا دعوی کرتا تو دوسرا گروہ اسے ''ابو الشر'' کہتا ہے۔

(۹) ایک طرف لوگ مولانا سعید اسد فیصل آبادی کو ''امام المناظرین'' کہتے ہیں تو دوسری طرف اس کا اپنا والد اس سے اعلان براءت کرتا ہے۔(مولانا سعید اسد صاحب کے خلاف ان کے مسلکی تحریرات کا مجموعہ ان شااللہ جلد ہی حضرت مولانا نواز حذیفی صاحب آف فیصل آباد شائع کر رہے ہیں)۔

(۱۰) کراچی و سندھ والے مفتی عبد المجید سعیدی کو اپنا مناظر و نمائندہ کہتے ہیں مگر جلالی گروپ اسے پکا رافضی اور رافضیوں کا ایجنٹ کہتا ہے۔

(۱۱) ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کو ایک گروہ کنز العلما کہتا ہے لیکن دوسری طرف مسئلہ خطا پر اس کا جو حشر کیا گیا وہ سب کے سامنے ہے حتی کہ عرفان شاہ مشہدی اسے حیض کی پیداوار کہتے ہوئے حیا نہیں کرتا جس پر ہمیں بھی حیا آجاتی ہے۔

(۱۲) عرفان شاہ مشہدی کو ایک گروہ رضاخانیہ ''حجۃ الاسلام'' کہتا ہے تو دوسری گروہ مراثی، گالی باز اور روافض کا ایجنٹ کہتا ہے۔ ملاحظہ ہو القول السدید فی الرد عبد المجید۔

(۱۳)سندھ کے مفتی چمن زماں کو عرفان شاہ مشہدی اپنی جماعت کا ناظم اعلی کہتا ہے مولانا کوکب نورانی اس کی تائید کرتا ہے مگر بریلوی کا لاہوری و جلالی گروپ اسے ''چبل زماں'' کہتا ہے۔

(۱۴)ایک طرف رضاخانی علامہ شاہ احمد نورانی کو ''قائد ملت'' کہتے ہیں تو دوسری طرف رضاخانیوں کے مفتی اعظم مصطفی رضاخان کے خلفا اس کے کفر پر پوری کتاب ''اتمام حجت'' شائع کرتے ہیں۔

(۱۵) پیر سیف الرحمن کو بریلوی اپنا پیر ولی کامل مانتے ہیں لیکن پیر محمد چشتی آف پشاور اور مولانا ابو داود صادق اسے گمراہ اور جادوگر و گستاخ کہتے ہیں۔

(۱۶) مولانا نعیم الدین مراد آبادی کو رضاخانی ''صدر الافاضل'' کہتے ہیں لیکن مولانا حشمت علی رضوی اس کے کفر بلکہ پوری آل انڈیا سنی کانفرنس کے کفر پر ''ستر باادب سوالات'' شائع کرتا ہے۔

(۱۷) مفتی احمد یار گجراتی کو رضاخانی حکیم الامت کہتے ہیں لیکن فتاوی شارح بخاری والا اپنے فتاوی میں اسے گستاخ اور غیر محتاط مفتی اور فتنہ بپا کرنے والا مفتی کہتا ہے۔

(۱۸) مولانا عمر اچھروی کو رضاخانی غزالی زماں کہتے ہیں لیکن سیالوی کہتا ہے ہمارے اکابر و قابل حجت لوگوں میں

سے نہیں۔

(۱۹) مولانا احمد سعید کاظمی ایک طرف کے لوگوں کے ہاں غزالی زماں کہلاتا ہے لیکن کرنل انور مدنی و مولانا غلام مہر علی کی نزدیک مسلمان تک نہیں۔

غرض ایک لمبی لسٹ ہے جو لاجواب کتاب ''دست و گریبان'' اور بندہ کی کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول و دوم'' کے مقدمہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ایسے پس منظر میں اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ طاہر القادری ہمارا معتبر نہیں تو اس کے کہنے کی کیا اوقات و وقعت ؟ معتبر تو کوئی بھی تم میں سے نہیں اگر فتوے لگنے کی وجہ سے معتبر نہیں، اس کے خلاف کتب لکھی گئی ہیں اس لئے معتبر نہیں، تو فتوے تو ان پر بھی لگے ہیں، کتب تو ان پر بھی لکھی گئی ہیں اور یہ سب معتبر لوگ ہیں۔ کوئی مستند رضاخانی ان میں سے کسی کی نشاندہی کرکے بتائے کہ یہ مستند نہیں میرا کام ہے اسے مستند ثابت کرنا۔ لہذا طاہر القادری کو محض اس وجہ سے بریلویت سے خارج نہیں کیا جاسکتا کہ ''ہمارا معتبر نہیں یا ہم نے اس کا رد کیا ہے''۔

ثانیا: مولانا ابو الاعلی مودودی اور اس کی جماعت اسلامی کا مسلک اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند سے کوئی تعلق نہیں نہ اصولاً نہ فروعاً پوری جماعت دیوبند ان کے گمراہ ہونے پر متفق ہے حتی کہ عام عوام میں بھی کوئی ان کو ایک نہیں سمجھتا اس کے باوجود رضاخانی مناظر اسلام مولانا غلام مہر علی صاحب نے اپنی کتاب ''دیوبندی مذہب'' میں اور مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب نے ''دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف'' میں ان کو دیوبندی بنا کر پیش کیا۔ کاشف صاحب نے سرورق پر یہ بھی لکھوایا ہوا ہے ''مستند کتب دیوبندیہ کے حوالہ جات سے مزین'' سوال یہ ہے کہ کس اصول و ضابطے سے انہیں دیوبندی بنا کر پیش کیا جارہا ہے ؟ وہ ضابطے آل بدعت تحریر کریں ہم ان شاللہ اسی ضابطے سے جناب پروفیسر طاہر القادری کا نہ صرف مستند بریلوی ہونا بلکہ بریلوی ''شیخ الاسلام'' ہونا ثابت کردیں گے۔ دیدہ باید۔ پیر مظفر شاہ آف کراچی کے اہتمام سے شائع شدہ کتاب میں ڈاکٹر محمد ارشد مسعود چشتی نامی صاحب ہمارے اس مطالبہ کے جواب میں لکھتے ہیں:

> ''ابو الاعلی مودودی اور دیوبندی نظریاتی طور پر ایک جیسے ہی عقائد کے حامل ہیں مودودی صاحب کی ہمدردی اہل سنت و جماعت سے وابستہ نہ تھی بلکہ وہ دیوبندی علما اور دیوبندی نظریات کے حامل تھے انہوں نے وہابیانہ نظریات کے سلسلے میں تقویۃ الایمانی دھرم کے گھاٹ کا پانی

پیا ہوا تھا۔ پس اگر آج کل دیوبندیوں کو مودودی صاحب اچھے نہیں لگتے تو وہ ان کا سیاسی اختلاف ہے اور ان اختلافات کی شروعات ٹانڈوی صاحب کے وقت سے ہوئیں ورنہ مودودی اور دیوبندی ایک ہی تھالی کے بینگن تھے"۔

(کشف القناع، جلد اول، ص ۲۱۲،۲۱۱)

لیجئے جناب! آپ نے تو ہمارا مسئلہ ہی حل کر دیا اور قیل و قال سے ہماری جان چھڑا دی۔ پس یہی ہم کہتے ہیں کہ طاہر القادری اور رضاخانی نظریات ایک جیسے ہیں ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اصول و فروع میں طاہر القادری کے وہی نظریات ہیں جو ایک رضاخانی کے ہونے چاہئیں ان کی کتب اسی مسئلہ پر دنیا بھر میں موجود ہیں بلکہ اس دور میں اگر ساری رضاخانیت بھی اکھٹی ہو جائی تو کتب کی صورت میں مہذب انداز سے رضاخانیت کو اتنا نہیں پھیلا سکتے جتنا ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے پھیلایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے رضاخانی گھاٹ ہی کا پانی پیا اور آج بھی اسی گھاٹ کے گدلے اور بدبودار پانی کو دوسروں کے حلق میں اتار رہے ہیں۔ طاہر القادری سے موجودہ بعض رضاخانیہ کا اختلاف نظریات پر نہیں بلکہ محض پیسے اور شہرت کی چکاچوند پر ہے۔

اس موقع پر بندہ اپنے ساتھیوں سے بھی گذارش کرے گا کہ اس حوالے کو محفوظ کر لیں اور کسی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے یہ فکر بالکل نہ کریں کہ یہ مسلک رضا کا معتبر ہے یا نہیں بس کتاب لکھنے والا بریلوی نظریات کا حامل ہو پھر بھلے وہ گلی کا موالی ہو یا کسی مزار پر بھنگ پینے والا نشئی مسلک اعلی حضرت میں ایسا آدمی حجت مانا جائے گا۔

ثالثاً: ہم یہاں خود بریلوی مسلک والوں سے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی توثیقات پیش کر دیتے ہیں:

(۱) مولانا احمد علی سندیلوی صاحب کہتے ہیں:

"چنانچہ اس مرتبہ جب میں عمرہ پر گیا تھا تو میں نے حرمین شریفین (حرم مکہ اور حرم نبوی) دونوں جگہ یہ دعا کی تھی:

"بار الہا! میں پورے اخلاص کے ساتھ تیرے دین کی خدمت کرنا چاہتا ہوں اور اس سلسلہ میں جامعہ نعیمیہ اور منہاج القرآن لاہور میں جہاں تیرے دین کی بہتر خدمت کر سکتا ہوں میری راہنمائی فرما"۔

فرماتے تھے کہ اس دعا کے بعد حرم نبوی میں مجھے منہاج القرآن میں تدریس کرنے کا اشارہ ہوا واپس پہنچا تو اللہ تعالی نے منہاج القرآن میں خدمت دین کے اسباب پیدا کر دئے اور اب میں یہ خدمت سر انجام دے رہا ہوں"۔

(ارمغان شیخ احمد سندیلوی، ص ۷۲)

تو جناب! آپ کے شیخ الاسلام طاہر القادری کے منہاج القرآن میں دین کی خدمت کا کام کرنے کے اشارے لوگوں کو حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ملتے ہیں۔

رضاخانیوں نے ایک استفتا لکھا کہ "ابلیس کا رقص" نامی کتاب کے ص ۸۲ پر ڈاکٹر طاہر القادری کو مرتد اور پادری لکھا گیا ہے ایسے شخص کا حکم کیا ہے؟

(۲) اس کے جواب میں مراد آباد کے مفتی اعظم کو جامعہ نعیمیہ کے صدر المدرسین مفتی محمد ایوب نے ایسے شخص کے کافر ہونے کا فتوی دیا۔ (ملاحظہ ہو ،صدعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈے کا جائزہ ص ۱۸۲، سال اشاعت، مارچ ۲۰۱۳ ناشر تنظیم اہلسنت پاکستان، غیر تحریف شدہ اصل ایڈیشن)

(۳) مرکز اہلسنت اجمل العلوم کے صدر المدرسین مفتی عارف حسین نے بھی ایسا کہنے والے کو کافر لکھا اور اس، کی تائید مفتی اختصاص الدین رضاخانی نے بھی کی (ایضا ملاحظہ ہو۔ ص ۱۸۶)

(۴) دار العلوم رضویہ کے ناظم اعلی و صدر دار الافتا نے تو ڈاکٹر طاہر القادری کو مرتد و گمراہ اور کافر کہنے والے کو:

"منافق ہو گا یا حرامی ہو گا یا حیضی بچہ"

تک کہہ دیا۔ (ملاحظہ ہو، ص ۱۸۸)

(۵) سید عبد اللہ شاہ رضاخانی امام و خطیب مرکزی جامع مسجد درگاہ شریف حضرت بابا غلام شاہ فتوی میں لکھتے ہیں:

"علما حق کی توہین کرنا کفر ہے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب، مفتی مطیع الرحمن صاحب، خواجہ مظفر صاحب، عبد الرحیم بستوی صاحب اور حضرت مولانا الیاس عطار قادری اور تمام علما حقہ میں سے کسی کی بھی شان میں توہین آمیز الفاظ استعمال کرنا صریح کفر ہے"۔

(ایضا،ص۱۹۷)

اس فتوے کی تصدیق مفتی عبد الروف قادری نعیمی اور مولانا عبد السلام رضوی نے بھی کی۔اس کے علاوہ بھی دیگر کئی بریلوی مفتیان کے فتاوی اس کتاب میں موجود ہیں کہ طاہر القادری صاحب علما حق میں سے ہیں ان کی توہین یا انہیں پادری کہنے والا گمراہ مرتد کہنے والا خود پادری مرتد، حیض کی اولاد اور حرامی بچہ ہے۔(معاذ اللہ)

جب یہ کتاب پاکستان میں شائع ہوئی تو یہاں کے بعض رضاخانیوں کی تو نیندیں حرام ہو گئیں، لہذا انہوں نے ان فتوؤں سے جان چھڑانے کیلئے کتاب کے مولف ظہور قادری کی طرف ایک جعلی رجوع نامہ منسوب کر کے کتاب میں شامل کر کے اس کا نیا ایڈیشن تیار کر کے شائع کروایا اور ساتھ میں یہ پروپگیبڈا شروع کر دیا کہ چونکہ قادری صاحب نے رجوع کر لیا لہذا اب ان فتوؤں کا کوئی اعتبار نہیں قادری صاحب کی طرف منسوب رجوع کی عبارت یوں ہے:

"انجینئر صاحب کا علما اہلسنت کی توہین کرنے کی بنا پر جو استفتار کھا گیا تھا جس میں ڈاکٹر طاہر القادری کا نام بھی شامل ہے اب جو کہ ڈاکٹر صاحب اور علما اہلسنت کے درمیان مسائل میں اختلاف چل رہے ہیں ان کی پہلے مجھے اطلاع نہ تھی اس لئے میری کتاب میں ان کا نام جہاں دیکھیں اس کو خارج تصور کریں"۔

(دعوت اسلامی کے خلاف پروپگیبڈے کا جائزہ، ص۱۹۹، اگست ۲۰۱۳ء ناشر تحفظ عقائد اہلسنت)

اس رجوع کی صورت میں تو مولف کتاب ظہور قادری خود رضاخانی اصولوں و فتاوی پر کافر و مرتد ہو چکے ہیں لیکن فی الوقت ہم اس تفصیل میں نہیں جاتے۔ تعجب ہے کہ علمائے اہل سنت دیوبند کو کافر بنانے کیلئے ہر قسم کی ابولہبی ضد، ہٹ دھرمی دکھانے والوں کو اپنی جان چھڑانے کیلئے اس قسم کی غیر معتبر تحریر دکھانے پر ذرا بھی شرم محسوس نہیں ہوتی؟

اول تو یہ یہ تحریر کسی معتبر ذریعہ سے ہم تک نہیں پہنچی اس کا راوی کوئی علی معاویہ نامی آدمی ہے اس کی کیا حیثیت ہے؟ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ مسلک میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

ثانیاً: اہل بدعت اپنا الو سیدھا کرنے کیلئے اپنے ہی علما کی تحریر میں تحریف کرنے یا ان کی طرف جعلی و جھوٹی تحاریر منسوب کرنے میں ید طولی رکھتے ہیں میں اس پر حوالہ جات کے انبار لگانے کے بجائے سر دست حال ہی میں چھپنے

والی کتاب ''القول السدید'' سے ایک حوالہ نقل کر دیتا ہوں اس کتاب میں تحفظ عقائد اہلسنت گروپ کے مناظر مولانا عبد المجید سعیدی کے بارے میں لکھا گیا ہے:

''مفتی سعیدی صاحب نے حضرت شہزادہ اعلی حضرت تاجدار بریلی حضور سبحانی میاں۔۔۔کے حوالے سے جو گل کھلائے ہیں وہ سراسر دھوکا ہے مفتی صاحب توڑ مروڑ کے ماہر ہیں تو انہوں نے اپنی فطری و قلمی مہارت سے یہاں بھی کارنامہ سرنجام دیا کہ پورا مکتوب شریف ذکر نہ کیا''۔

(القول السدید، ص ۱۵۴)

اس کے علاوہ ص ۳۷ا تک تفصیل کے ساتھ واضح کیا کہ عبد المجید سعیدی صاحب نے ہمارے خلاف ہمارے کسی بزرگ کا قول پورا پیش نہ کیا اور یہودیانہ تحریف سے کام لیا۔ جب جماعت کے مناظر کا یہ حال ہو تو کسی علی معاویہ کی صفات کا اندازہ خود لگالیں۔

ثالثاً: ظہور قادری کہہ رہا ہے کہ مجھے طاہر القادری کے عقائد کا علم نہ تھا حالانکہ یہ بھی صریح جھوٹ ہے کیونکہ مولانا محمد جاوید اقبال سیالوی اجمیری جلالی رضاخانی صاحب لکھتے ہیں:

''اس طرح آپ کا کہنا متنازعہ الفاظ ان تک نہیں پہنچے تو اگر یہ بات آج سے بیس تیس سال پہلے آپ کرتے تو پھر بھی ہم کسی حد تک تسلیم کر لیتے آپ جدید سائنس کی ترقی کے موجودہ دور میں بات کر رہے ہیں جبکہ آج کے دور میں بذریعہ نیٹ ہر چیز ہر جگہ پہنچ رہی ہے تو آپ کا یہ کہنا کہ ڈاکٹر صاحب کے الفاظ ان تک نہیں پہنچے کتنا جھوٹ اور غلط ثابت ہوا''۔

(القول السدید، ص ۱۵۲)

رابعاً: ظہور قادری صاحب کے بقول:

''ڈاکٹر صاحب اور علما اہلسنت کے درمیان مسائل میں اختلاف چل رہے ہیں''

یعنی یہ اختلاف کوئی کفر و اسلام کے اختلاف نہیں بس ''مسائل میں اختلاف'' ہے اور ظاہر ہے کہ مسائل میں اختلاف سے کوئی غیر معتبر نہیں ہو جاتا۔

خامساً: بالفرض اس تحریر کو ہم من و عن تسلیم کر لیں تو اس تحریر سے زیادہ سے زیادہ ظہور قادری طاہر القادری کی توثیق سے پیچھے ہٹے جبکہ ہم نے تو ان کی کوئی توثیق پیش ہی نہیں کی ہم نے جن کی توثیق پیش کی اس کا رد دکھاؤ۔

سادساً: یہ کوئی رجوع نہیں کفر وارتداد سے رجوع کیلئے رضاخانیوں نے ایک خاص پیمانہ مقرر کیا ہے جو ہم نے دفاع اہل سنت کی جلد دوم میں ذکر کر دیا ہے ان شرائط کے مطابق رجوع نامہ دکھاؤ پھر ہم غور کریں گے۔

بالفرض یہ سارے کام رضاخانی کر بھی لیں پھر بھی خوش نہ ہوں ہم نے اس کے رد کیلئے بھی حوالہ نشان زد کیا ہوا ہے۔ بس۔۔۔ یار زندہ صحبت باقی۔

مفتی رب نواز حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ

”تعارف سنن ابن ماجہ اور اس کی شرح انجاز الحاجۃ“ کا مطالعہ

[بندہ کو علامہ عبد الرشید عراقی غیر مقلد کے ایک مختصر رسالہ ”تعارف سنن ابن ماجہ اور اس کی شرح انجاز الحاجۃ“ کا مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ اس کا حاصل مطالعہ احباب کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔]

سنن ابن ماجہ کے متعلق امام ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ کا قول

علامہ عبد الرشید عراقی لکھتے ہیں:

”حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے امام ابو زرعہ رازی (م ۲۶۴) کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ جب انہوں نے سنن ابن ماجہ کو ملاحظہ کیا تو آپ نے فرمایا: اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھ میں پہنچ گئی تو فن حدیث کی اکثر جوامع اور مصنفات بیکار و معطل ہو کر رہ جائیں گی۔“

(تعارف سنن ابن ماجہ اور اس کی شرح انجاز الحاجۃ صفحہ ۱۳)، ناشر: ادارۂ جامعہ رحمانیہ ناصر روڈ سیالکوٹ، طبع سوم، سن اشاعت ۲۰۰۵)

ہدایہ کے متعلق کسی کا قول ہے کہ اس نے اپنے سے پہلے والی تصانیف کو منسوخ یعنی ان سے بے نیاز کر دیا ہے۔ غیر مقلدین اس قول پہ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب اُن کتب میں دیا چکا ہے جو ہدایہ کے دفاع میں لکھی گئیں۔ غیر مقلد معترضین کو عراقی صاحب کا نقل کر دہ مذکورہ بالا جملہ ”اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھ میں پہنچ گئی تو فن حدیث کی اکثر جوامع اور مصنفات بیکار و معطل ہو کر رہ جائیں گی۔“ غور سے پڑھنا چاہیے۔

شیخ عبد الغنی مجددی اور مولانا فخر الحسن گنگوہی کا شمار علمائے اسلام میں

عراقی صاحب لکھتے ہیں:

”علمائے اسلام نے سنن ابن ماجہ کے ساتھ بڑا اعتنا کیا ہے۔ اس کے متعدد حواشی، شروح اور تعلیقات لکھے۔ ذیل میں ان شروح کی فہرست درج کی جاتی ہے:.... ۷۔ انجاح الحاجۃ

بشرح سنن ابن ماجۃ، شیخ عبد الغنی مجد دی ۱۲۹۵ھ ۔۸۔ حاشیہ بر سنن ابن ماجہ مولانا فخر الحسن گنگوہی ۱۳۱۵ھ۔"

(تعارف سنن ابن ماجہ اور اس کی شرح انجاز الحاجۃ صفحہ ۱۴)

عراقی صاحب نے "شیخ عبد الغنی مجد دی اور مولانا فخر الحسن گنگوہی" کو علمائے اسلام میں شمار کیا ہے۔ یاد رہے کہ مجد دی اور گنگوہی دونوں بزرگ حنفی المسلک ہیں۔ گویا انہوں نے حنفی مقلدین کو علمائے اسلام میں شمار کیا ہے یعنی وہ مقلد ہو کر بھی علمائے اسلام ہیں۔

مولانا مناظر احسن گیلانی جلیل القدر عالم دین

عراقی صاحب لکھتے ہیں:

"مولانا سید مناظر احسن گیلانی جو علمائے احناف کے ایک جلیل القدر عالم دین تھے۔"

(تعارف سنن ابن ماجہ اور اس کی شرح انجاز الحاجۃ صفحہ ۱۷)

عراقی صاحب نے گیلانی صاحب کو جلیل القدر حنفی عالم تسلیم کیا ہے۔ مگر یاد رہے کہ وہ حنفی ہونے کے ساتھ دیوبندی بھی ہیں۔

مولانا محمد انور شاہ کشمیری کی کتاب فیض الباری

عراقی صاحب لکھتے ہیں:

"مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری (دیوبندی) نے صحیح بخاری پر جو تقاریر کی تھیں وہ فیض الباری کے نام سے چار جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔"

(تعارف سنن ابن ماجہ اور اس کی شرح انجاز الحاجۃ صفحہ ۱۹)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ صحیح بخاری پڑھاتے رہے ہیں۔ ان کے بخاری کے اسباق "فیض الباری" کے نام سے شائع ہیں۔

احناف کی خدماتِ حدیث

عراقی صاحب نے مولانا جانباز کے متعلق لکھا کہ انہوں نے:

''فائدۃ خامسۃ: میں بر صغیر پاک وہند میں علمِ حدیث کی اشاعت اور اس سلسلہ میں علماء کرام کی خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔ جن علمائے اہلِ حدیث نے اشاعتِ علم حدیث میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ان میں شیخ علاء الدین علی بن حسام الدین المتقی، علامہ شیخ محمد بن طاہر پٹنی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، امام شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم دہلوی، شیخ شاہ محمد اسحاق دہلوی اور محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن قنوجی کی خدمات حدیث کا ذکر کیا ہے۔''

(تعارف سنن ابن ماجہ اور اس کی شرح انجاز الحاجۃ صفحہ ۲۳)

اس عبارت میں خدام حدیث کی فہرست دی گئی ہے لیکن یاد رہے کہ اس فہرست میں نواب صدیق حسن کو چھوڑ کر باقی سب حنفی المسلک ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے تو نواب صدیق حسن خان کو بھی تقلید نہ کرنے والا حنفی کہا ہے۔

نواب صاحب کے علاوہ دیگر حضرات کے غیر مقلد نہ ہونے پر الگ الگ حوالے دیئے جاسکتے ہیں مگر اختصار کے پیش نظر ہم مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کا ایک حوالہ پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے اعتراف کیا کہ میاں نذیر حسین دہلوی (وفات: ۱۹۰۰ء) سے پہلے تارکین تقلید نہیں تھے چنانچہ وہ مولانا محمد حسین بٹالوی کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میاں صاحب سے پہلے جن جن علماء (مولوی اسمٰعیل شہید یا مولوی خرم علی مرحوم وغیرہ) کو ''وہابی'' کہا گیا۔ وہ ان مسائل توحیدیہ کی وجہ سے کہا گیا تھا جیسا کہ دیوبندی خیال کے حنفیوں کو بھی ان کے مخالف ''وہابی'' کہتے ہیں لیکن میرے بیان کا مطلب یہ نہیں تھا دنیا میں سب سے پہلے یہ لفظ حضرت میاں صاحب پر بولا گیا جو آپ سمجھے ہیں بلکہ یہ مطلب تھا کہ اہلِ حدیث (غیر مقلدین) پر یہ لفظ حضرت میاں صاحب سے شروع ہوا۔ کیوں کہ حضرت موصوف سے پہلے اہلِ حدیث کا گروہ بحیثیت غیر مقلد ہندوستان میں نہ تھا۔ جن لوگوں کو ان سے پہلے لوگ ''وہابی'' کہا کرتے تھے وہ مسائل توحیدیہ کی وجہ سے کہتے تھے۔ نہ (کہ) مسائل ترکِ تقلید کی وجہ سے۔''

(اخبار اہلِ حدیث امرتسر ۸/ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۸/۱۶ء صفحہ ۳)

اس کا عکس ابن انیس حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کی کتاب "تاریخ ختم نبوت صفحہ ۴۳۳" پہ دیکھ سکتے ہیں۔

مقلدین کے شیدائی

عراقی صاحب نے مولانا جانباز کے متعلق لکھا:

"شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم، حافظ ابن حجر عسقلانی، مولانا سید نواب سید صدیق حسن خان کی تصانیف کے شیدائی ہیں۔"

(تعارف سنن ابن ماجہ اور اس کی شرح انجاز الحاجۃ صفحہ ۲۹)

عراقی صاحب کے بقول مولانا جانباز غیر مقلد درج ذیل حضرات کے شیدائی ہیں:

ا۔ علامہ ابن تیمیہ، ۲۔ حافظ ابن قیم اور حافظ ابن حجر عسقلانی۔ اور یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ تینوں حضرات مقلد ہیں۔ پہلے دو بزرگ حنبلی جب کہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی المسلک ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے حنبلی ہونے پر غیر مقلدین کے بہت سے حوالہ جات بندہ نے اپنی زیر ترتیب کتاب "مسئلہ تین طلاق پر مدلل بحث" میں شامل کر دیئے ہیں۔ شائع ہونے کے بعد احباب ان حوالہ جات کو پڑھ سکیں گے ان شاء اللہ۔

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے شافعی مقلد ہونے پر تو غیر مقلدین کی کتابوں میں بیسیوں حوالہ جات موجود ہیں اختصار کے پیش نظر ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا ابو الاشبال شاغف غیر مقلد نے صحیح بخاری کے متعلق بات کرتے ہوئے لکھا:

"حافظ ابن حجر نے کافی حد تک اس بات کا خیال رکھا کہ وہ اس کتاب کی ترجمانی کا حق ادا کر سکیں لیکن وہ بھی کامیاب نہیں ہو سکے بلکہ اشعریت و شافعیت اور تقلید کی راہ میں وہ بھی غرق ہونے سے نہ بچ سکے لیکن اس کے باوجود فتح الباری میں کافی حد تک صحیح بخاری کی ترجمانی ہے، نیز مقدمہ میں حافظ نے امام بخاری پر اعتراض کرنے والوں کا دفاع بھی بڑی کامیابی سے کیا ہے۔"

(مقالاتِ شاغف صفحہ ۱۶۰، اہتمام: بیت الحکمت لاہور، مطبع: قدوسیہ پرنٹرز لاہور، سن اشاعت: ۲۰۰۶ء)

مولانا رمضان سندھی دیوبندی

عراقی صاحب نے مولانا جانباز کے حالات میں لکھا:

”مولانا محمد رمضان سندھی جن کا تعلق دیوبندی مکتبِ فکر سے تھا اور جامع مسجد حنفیہ مین بازار وزیر آباد میں خطیب تھے۔ ان سے آپ نے مقاماتِ حریری اور شرح تہذیب کا درس لیا۔“

(تعارف سنن ابن ماجہ اور اس کی شرح انجاز الحاجۃ صفحہ ۳۱)

غیر مقلدین کے حالات میں کئی بزرگوں کی بابت یہ دعوی کیا گیا ہے کہ ان کے فلاں فلاں استاد دیوبندی تھے۔ مگر کسی ایک غیر مقلد بزرگ کے ساتھ دیوبندی مسلک کی نسبت پڑھنے میں نہیں آئی۔ تقلید کی تردید میں غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ محدثین کے ساتھ حنفی و شافعی نسبتیں تقلید کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ حنفی و شافعی اساتذہ کے طرف منسوب ہو کر حنفی و شافعی کہلاتے ہیں۔ عرض ہے کہ اگر غیر مقلدین کے بقول ان کے بہت سے بزرگوں اور علماء کے اساتذہ دیوبندی ہیں تو ان میں ایسی مثالیں کیوں نہیں ملتیں کہ وہ اپنے دیوبندی اساتذہ کی طرف منسوب ہو کر دیوبندی کہلواتے ہوں یا غیر مقلدین انہیں دیوبندی کہتے ہوں؟؟؟

القاب کی بھرمار

عراقی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت العلام مولانا حافظ محمد گوندلوی علوم اسلامیہ کے بحر زخار تھے۔ آپ کو تمام علومِ اسلامیہ پر یکساں قدرت حاصل تھی، آپ ایک بلند پایہ مفسر، محدث، فقیہ، مجتہد، متکلم، معلم، ادیب، نقاد، دانشور، مصنف، مناظر، مدرس اور جید عالم تھے۔“

(تعارف سنن ابن ماجہ اور اس کی شرح انجاز الحاجۃ صفحہ ۳۳)

بعض غیر مقلدین دیوبندیوں پہ اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے بزرگوں کے لیے القاب کی بھرمار کر دیتے ہیں۔ عرض ہے کہ جو شخصیت جس مقام پر فائز ہو اس کے مناسب مقام اسے القاب دینا تو قابلِ اعتراض نہیں انزلوا الناس منازلھم پیش نظر رہے۔ مزید یہ کہ ان معترضین کو وہ القاب نظر کیوں نہیں آتے جو خود ان کے غیر مقلدین اپنے بزرگوں کو دیا کرتے ہیں مذکورہ بالا حوالہ ملاحظہ ہو۔

جامعہ سلفیہ کے استاد پروفیسر غلام احمد حریری

عراقی صاحب لکھتے ہیں:

”مولانا پروفیسر غلام احمد حریری بھی جامعہ سلفیہ میں استاد تھے۔“

(تعارف سنن ابن ماجہ اور اس کی شرح انجاز الحاجۃ صفحہ ۳۲)

عراقی صاحب آگے لکھتے ہیں:

''پروفیسر غلام احمد حریری ایک بلند پایہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ نامور مدرس تھے عربی، فارسی، انگریزی اور اردو زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ اعلیٰ پایہ مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہت اچھے مصنف بھی تھے۔ عربی سے اردو ترجمہ کرنے کی ان کو خاص مہارت حاصل تھی۔ جامعہ سلفیہ میں آپ اونچے درجہ کی کتابیں پڑھاتے تھے۔ ان کا علم بہت وسیع تھا مطالعہ کا عمدہ ذوق رکھتے تھے... آپ نے ۷ مئی ۱۹۹۰ء کو انتقال کیا۔''

(تعارف سنن ابن ماجہ اور اس کی شرح انجاز الحاجۃ صفحہ ۳۴)

اس عبارت کو نقل کرنے کی غرض احباب کو یہ بتانا ہے کہ ''حریری صاحب'' غیر مقلدین کے مدرسہ جامعہ سلفیہ کے مدرس تھے۔

مولانا محمد سلیمان ندوی کی تقریر کا اک اقتباس

علامہ عبد الرشید عراقی ایک تقریب کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد... نے اپنی تقریر کا آغاز علامہ سید سلیمان ندویؒ کی اس تقریر سے کیا کہ: ''علم القرآن اگر اسلامی علوم میں دل کی حیثیت رکھتا ہے تو علم حدیث شہ رگ کی۔ یہ شہ رگ اسلامی علوم کے تمام اعضاء وجوارح تک خون پہنچا کر یہ ان کے لئے تازہ زندگی کا سامان پہنچاتا رہتا ہے۔ آیات کا شان نزول اور ان کی تفسیر، احکام القرآن کی تشریح و تعیین، اجمال کی تفصیل، عموم کی تخصیص، مبہم کی تعیین سب علم حدیث کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے۔''

(تعارف سنن ابن ماجہ اور اس کی شرح انجاز الحاجۃ صفحہ ۴۸، ناشر: ادارۂ جامعہ رحمانیہ ناصر روڈ سیالکوٹ، طبع سوم، سن اشاعت ۲۰۰۵)

مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ دیوبندی عالم دین ہیں۔ مذکورہ بالا عبارت سے دیوبندی عالم دین کی حدیث و سنت کے ساتھ شیدائیت معلوم ہوئی۔

محترم لئیق رحمانی صاحب حفظہ اللہ

"المہند" کے حوالے سے خان صاحب بریلوی پر علماء اہلسنت کے اعتراضات اور میثم کا دجل وفریب وراہِ فرار

قارئین! پہلے تو "المہند" کے حوالے سے خان صاحب بریلوی پر علماء اہلسنت کا اصل اعتراض کیا ہے؟ خود میثم کی زبانی سنیے، لکھتا ہے کہ:

"مولوی ابو ایوب دیوبندی مولوی حماد دیوبندی اور ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کے پیش کیے گئے ان اقتباسات میں یہ بات مشترک ہے کہ اعلیٰ حضرت "**المھند**" کا جواب نہیں لکھ سکے۔"

(المہند اور اعلی حضرت: ص 241)

میثم کی زبانی آپ نے ہمارا اصل اعتراض ملاحظہ کر لیا۔ اب میثم نے ہمارے اس اعتراض سے کیسے جان چھڑائی؛ بلکہ راہ فرار اختیار کی ملاحظہ فرمائیں۔

اول تو اس نے یہ سرخی لگائی:

"دیوبندی اعتراض کا مسکت جواب"

پھر اس کے تحت "سوال گندم جواب چنا" کے مصداق کہا کہ فلاں فلاں نے "المہند" کا رد لکھ دیا تھا، پھر آگے لکھتا ہے کہ:

"اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ سیدی اعلیٰ حضرت کی حیات مبارکہ میں ہی آپ کے متعلقین میں شامل ۵ شخصیات (جن میں سے تین آپ کے خلفاء تھے) نے "المہند" کا رد لکھ دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود دیوبندیوں کا یہ اعتراض کرنا کہ اعلی حضرت نے خود "المہند" کا رد کیوں نہیں لکھا، بالکل لغو اور فضول بات ہے"۔

(المہند اور اعلی حضرت: ص 242-243)

قارئین غور فرمائیں، کیا ہمارا اعتراض یہ تھا کہ "المہند" کا رد کسی نے نہیں لکھا؟ ہر گز نہیں، بلکہ ہمارا اعتراض تو خود میثم نے بیان کیا کہ "اعلی حضرت نے خود "المہند" کا رد کیوں نہیں لکھا؟"۔ میثم کو چاہیے تھا کہ وہ ہمیں صرف یہ

دکھاتا کہ اعلی حضرت نے فلاں کتاب میں "المہند" کا جواب لکھا ہے، بس بات ختم ہو جاتی۔ مگر اس نے بکمال ڈھٹائی اپنے لوگوں میں بھرم قائم رکھنے کے لیے اپنے اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر ہمارے اعتراض کو ہی گول کر دیا۔ کیا مسکت جواب اسے کہتے ہیں؟ اگر میثم اپنی سرخی میں "مسکت جواب" کے بجائے "فراری جواب" لکھتا تو شاید ہم جواب ہی نہ لکھتے۔

قارئین! ہمارا یہ اعتراض بلاوجہ نہیں ہے، بلکہ رضاخانی اصول کی روشنی میں ایک خاص وجہ سے ہے۔ اور وہ خاص وجہ یہ ہے کہ خان صاحب نے "حسام الحرمین" میں جن چار اکابر علماء دیوبند کی تکفیر کی ان میں سے ایک مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں اور "حسام الحرمین" کے رد میں "المہند" مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے ہی لکھی، لہٰذا (رضاخانی اصول کی رو سے) اصولی طور پر "المہند" کا جواب خان صاحب کو ہی دینا چاہیے تھا۔ کیونکہ رضاخانی مولوی مظفر حسین شاہ (اینڈ کمپنی) لکھتے ہیں کہ:

> "اشکال گنگوہی، انبیٹھوی، نانوتوی اور تھانوی صاحب کی عبارات پر تھے اور ان میں سے تین افراد تو زندہ تھے مگر کوئی بھی مناظرے کے لئے آمادہ نہ ہوا، پھر مرتضی حسن در بھنگی صاحب کس حیثیت سے مناظرے کے لئے اچھل رہے تھے؟ یہ تو وہی معاملہ ہو گیا کہ مدعی سست گواہ چست۔ تھانوی، انبیٹھوی صاحب تو مناظرے کے لئے آمادہ نہ ہوں اور ادھر اُدھر کے لوگ اُچھل کود میں مصروف ہوں، شاید اسی کو کہتے ہیں کہ بیگانے کی شادی میں عبد اللہ دیوانہ"۔
>
> (کشف القناع، ج1 ص295)

پس اس اصول پر ہم کہہ رہے ہیں کہ صاحبِ "المہند" کا اشکال تو احمد رضا خان پر تھا اور خان صاحب زندہ بھی تھے مگر جواب نہ لکھ سکے، تو پھر ان کے خلفاء و دیگر لوگ کیوں اچھل کود کر رہے تھے؟ یہ تو وہی معاملہ ہوا کہ مدعی سست گواہ چست۔ خان صاحب تو جواب نہ دیں اور ادھر اُدھر کے لوگ اُچھل کود میں مصروف ہوں، شاید اسی کو کہتے ہیں کہ بیگانے کی شادی میں عبد اللہ دیوانہ۔

نوٹ:

رضاخانی کتب "کشف القناع" اور "عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" میں مناظرے کے متعلق اصول و احکام کو تصنیف پر منطبق کیا گیا ہے۔

خود میثم کی دورنگی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ اس نے ایک کتاب متکلم اسلام صاحب کے خلاف لکھی جس میں ہر غلیظ سے غلیظ الزام جو اس کے بس میں تھا شرعی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر شامل کیا۔ مولانا دوست محمد قندھاری صاحب نے اس کا مسکت جواب دیا تو اس کو آگ لگ گئی کہ اس نے جواب کیوں دیا لہذا پہلے تو خواہ مخواہ اپنا وزن بڑھانے کیلئے اس کو علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب کی تصنیف کہا اس پر بھی بس نہیں کیا بلکہ باقاعدہ متکلم اسلام صاحب سے مطالبہ کیا کہ آپ اس کتاب کی ذمہ داری قبول کریں۔ تو یہی ہم کہتے ہیں فلاں فلاں کون ہوتا ہے رد کرنے والا؟ ہمارا مطالبہ خان صاحب بریلوی کے متعلق ہے جرأت ہے تو دکھاؤ۔

میثم کا کالا جھوٹ

قارئین! میثم نے یہاں ایک کالا جھوٹ بولا ہے چنانچہ لکھتا ہے کہ:

"المہند" کی اشاعت کے بعد سیدی اعلی حضرت نے حسام الحرمین کی تصدیق کرنے والے ان علمائے مکہ سے علمائے دیوبندی کی تکفیر کے متعلق استفسار کیا تھا جن کے ناموں سے منسوب تقاریظ مولوی خلیل انبیٹھوی نے "المہند" میں شامل کی تھیں"۔ (المہند اور اعلی حضرت: ص243)

قارئین، یہ میثم کا بالکل کالا جھوٹ ہے، کیونکہ "المہند" کی اشاعت کے بعد علماء مکہ سے خان صاحب کی طرف سے کیے گئے استفسار کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے، اسی لیے تو خود میثم کو آگے لکھنا پڑا کہ:

"اعلیٰ حضرت کے علمائے حرمین کے نام لکھے گئے وہ خطوط تو ہمیں دستیاب نہ ہو سکے"۔

(المہند اور اعلی حضرت: ص243)

اور یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ کتب ورسائل کی تلاش کے حوالے سے رضاخانیوں کے نزدیک میثم کا اپنا ایک مقام ہے، چنانچہ میثم کی جماعت کے ایک بندے نے 24 اکتوبر 2020 کو فیس بک پر یہ پوسٹ لگائی:

"میثم قادری صاحب کے تعلق سے مفتی راحت خان قادری صاحب قبلہ فرماتے ہیں۔ "کتاب کو تلاش کرنے میں جہاں گوگل کام کرنا چھوڑ دیں وہاں میثم قادری صاحب آتے ہیں"۔

نوٹ:

میثم اپنی تحریروں میں فیس بکی تحریروں کے حوالے سے استدلال کرتا رہتا ہے۔

بقول مفتی راحت خان، جہاں گوگل کام کرنا چھوڑ دیں وہاں میثم قادری صاحب آتے ہیں، تو اب اگر گوگل سے زیادہ کام کرنے والا میثم خود کہہ رہا ہو کہ "اعلیٰ حضرت کے علمائے حرمین کے نام لکھے گئے وہ خطوط ہمیں دستیاب نہ ہو سکے"۔ تو اس کا مطلب آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ ان خطوط کا وجود ہی نہیں ہے، ورنہ میثم ضرور تلاش کر لیتا اور ہمارے سامنے پیش کر دیتا۔ لہٰذا اس صورت میں میثم کا یہ کہنا کہ "المہند" کی اشاعت کے بعد اعلیٰ حضرت نے علماء حرمین کو خطوط لکھے" بالکل جھوٹ ہے۔

انوکھا دیوبندی اصول نہیں، میثم کی عقل انوکھی ہے

میثم نے "مطالعہ بریلویت" جلد ۸، صفحہ ۸۵ سے ایک عبارت نقل کی اور اپنی بد عقل سے ایک نتیجہ اخذ کیا اور اپنے نکالے ہوئے نتیجے کو "انوکھا دیوبندی اصول" قرار دیا چنانچہ سرخی ہی یہ لگائی:

"حسام الحرمین" دو سال بعد چھپی، لہٰذا یہ تقیہ ہے: انوکھا دیوبندی اصول"

اور پھر اپنی ہی عقل سے نکالے ہوئے اس نتیجہ کارد کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"لیکن ڈاکٹر خالد محمود مانچسٹر وی کی بد عقل کے مطابق دو سال کا وہ عرصہ جس میں "حسام الحرمین" شائع نہیں ہوئی، تقیہ پر مشتمل تھا۔ جو کہ بالکل فضول بات ہے"۔

(المہند اور اعلی حضرت: 247)

قارئین، علامہ خالد محمود کی بات کا مطلب ہر گز یہ نہیں جو میثم نے سمجھا ہے کہ (حسام الحرمین" دو سال بعد چھپی، لہٰذا یہ تقیہ ہے) بلکہ اُن دو سالوں میں خان صاحب نے جو حرکتیں کی تھیں، مثلاً: تکفیر کے حوالے سے کی گئی مکاری حرمین شریفین میں بے نقاب ہونے کے بعد وہاں سے چوری چھپکے فرار ہو کر ہندوستان واپس آنا، اور یہاں آکر چپ سادھے رہنا اور علماء دیوبند کے خلاف کوئی کاروائی نہ کر کے یہ ظاہر کرنا کہ میں نے تکفیر سے توبہ کر لی، "حسام الحرمین" کو چھپا کر رکھنا اور دو سال بعد جب لوگ پچھلی باتوں کو بھولنے لگیں تو اچانک حسام الحرمین کی اشاعت کروا دینا وغیرہ وغیرہ (تفصیل مطالعہ بریلویت جلد ۸ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں) ان تمام حرکتوں کو تقیہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مگر یہ میثم کی انوکھی عقل ہے کہ وہ مطلقاً حسام الحرمین کے دو سال بعد چھپنے کو ہی تقیہ سمجھ بیٹھا۔
باقی میثم نے حسام الحرمین کے دو سال بعد چھپنے کی جو وجوہات ذکر کیں کہ:

"عین ممکن ہے کہ مالی حالات کی وجہ سے تاخیر ہوئی، یا کاتب کی جانب سے بھی تاخیر ہو سکتی ہے، تاخیر کی دیگر وجوہات بھی ہو سکتی ہیں"۔

(المہند اور اعلی حضرت: ص 247)

تو اس کے متعلق جواباً عرض ہے کہ بقلم علامہ غلام رسول سعیدی:

"ایسی بے سروپا باتیں کہہ کر آپ صرف شاگردوں اور معتقدین کے زمرہ میں بیٹھ کر داد و تحسین حاصل کر سکتے ہیں۔ استدلال کے میدان میں ان احتمالات رکیکہ کی کوئی وقعت نہیں ہے"۔

(توضیح البیان: ص 114)

میثم کی غلط بیانی بجواب ڈاکٹر خالد محمود کی تضاد بیانی

یہاں میثم نے جو بکواس کی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مطالعہ بریلویت جلد ۸ کے مختلف مقامات پر علامہ خالد محمود رحمہ اللہ نے دعوی کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت علمائے دیوبند کی جانب سے المہند میں پیش کی گئی وضاحتوں پر مطمئن ہو گئے تھے اور دوسری طرف خود اسی جلد ۸ میں اپنے اس دعوے کی تردید کی ہے، لہٰذا یہ خالد محمود کا بے بنیاد دعوی اور تضاد بیانی ہے۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ علامہ خالد محمود رحمہ اللہ کی عبارتوں میں کوئی تضاد بیانی نہیں ہے، البتہ میثم نے جہالت کا مظاہرہ اور غلط بیانی ضرور کی ہے،

علامہ خالد محمود نے جہاں جہاں یہ لکھا ہے کہ "المہند" کے بعد خان صاحب تکفیر سے رجوع کر گئے تھے یا مطمئن ہو گئے تھے، تو وہ اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ مفتی خلیل خان برکاتی بدایونی بریلوی کے حوالے سے الزاماً لکھا ہے، اور اگر بالفرض تحقیقی بھی لکھا ہو تو رضاخانی اصولوں کی روشنی میں بالکل درست لکھا ہے۔ (حوالہ جات کی تفصیل آگے آرہی ہے)

میثم نے سرخی لگائی:

"ڈاکٹر خالد محمود مانچسٹروی کا بے بنیاد دعوی کہ اعلیٰ حضرت، علمائے دیوبند کی جانب سے المہند میں پیش کی گئی وضاحتوں پر مطمئن ہو گئے تھے"

(المہند اور اعلیٰ حضرت: ص248)

یہ دعویٰ ہر گز بے بنیاد نہیں ہے۔ اس لیے کہ "المہند" کی اشاعت کے بعد ۱۲ سال تک خان صاحب زندہ رہے مگر المہند کا رد نہیں کیا اور رضاخانی اصول کے مطابق خاموشی نیم رضا ہے اور تردید نہ کرنا تائید کی دلیل سمجھی جاتی ہے، حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

رضاخانی مفتی عبد المجید سعیدی لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت نے اس کی تعلیق میں اسے رد نہیں فرمایا، بلکہ برقرار رکھا ہے، جو دلیل رضا ہے"۔

(مصلحانہ کاوش: ص54)

شفقات احمد صاحب لکھتے ہیں:

"خاموشی ویسے بھی نیم رضا ہوتی ہے"۔

(کردار یزید: ص86)

غلام مصطفی مجددی لکھتے ہیں:

"تائید سکوتی فرمارہے ہیں"۔

(مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا: ص74)

رضاخانی مظفری ٹیم نے لکھا ہے:

"یہ کتاب منظور نعمانی صاحب کی زندگی میں ہی شائع ہوئی تھی مگر منظور نعمانی صاحب نے کبھی بھی اس مضمون سے اپنی برات اور بیزاری کا اعلان نہیں کیا، اگرچہ انہیں موقع بھی میسر تھا اور ایک رسالہ کی ادارت بھی حاصل تھی، مگر کبھی بھی اُس نے اس مضمون کی تردید میں ایک حرف تک نہیں لکھا، جس کا مطلب یہی ہے کہ یہ سارا کام اس کے ایماو اشارہ اور رضا کے ساتھ سرانجام پایا"۔

(کشف القناع، ج1, ص277)

پس اس اصول کی روشنی میں علامہ خالد محمود صاحب کی بات ہر گز بے بنیاد نہیں۔ اگر رضاخانیوں بشمول میثم میں دم خم ہے تو اپنے اعلیٰ حضرت سے المہند کا رد دکھائیں، ورنہ تسلیم کریں کہ وہ مطمئن ہو گئے تھے۔ قارئین! میثم کا

اپنے اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر ہمارے اصل اعتراضات کو "فضول بکواس، لغو بات، بے بنیاد دعویٰ" وغیرہ کہہ کر فرار ہو جانا اس کی شکست کی بین دلیل ہے۔

علامہ خالد محمود رحمہ اللہ کے بات کا خلاصہ یہ ہے کہ خان صاب نے دھوکا و فراڈ کر کے حسام الحرمین کے ذریعے تکفیر کا جو طوفان بد تمیزی برپا کیا تھا، "المہند" کی اشاعت کے بعد وہ طوفان بالکل ٹھنڈا پڑ گیا جیسے خان صاحب کے منہ میں برف جم گئی ہو، چنانچہ "المہند" کی اشاعت کے بعد خان صاحب ۱۲ سال تک حیات رہے مگر "المہند" کے خلاف کچھ نہیں کہا۔

یہاں میثم کا کہنا ہے کہ "المہند" کی اشاعت کے بعد بھی اعلیٰ نے آخر عمر تک فلاں فلاں کتاب اور فتوے میں دیوبندیوں کے خلاف وہی باتیں کی ہیں جو "حسام الحرمین" میں درج ہیں لہٰذا ڈاکٹر خالد محمود کا یہ اعتراض بالکل لغو ہے۔

جواباً گزارش ہے کہ علامہ خالد محمود صرف "المہند" کے متعلق بات کر رہے ہیں، خان صاحب اپنی دوسری کتابوں اور فتاوی جات میں علماء دیوبند کے خلاف کیا لکھتے رہے اس سے ہمیں غرض نہیں ہاں "المہند" پر کہیں کلام کیا ہو تو وہ پیش کریں۔ کیونکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ خان صاحب نے جتنی بہادری سے حسام الحرمین کو شائع کروایا تھا اتنی ہی بہادری سے "المہند" کا رد بھی کرتے اور علماء حرمین شریفین اور "المہند" کے مصدقین سے رابطہ کر کے ان کے سامنے "المہند" کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیتے، اور دیوبندیوں کو سر بازار ننگا کر دیتے، مگر ایسا نہ کیا، نہ کر سکے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ اب اس کی دو ہی وجہ ہو سکتی ہے یا تو خان صاحب کے پاس "المہند" کا جواب نہیں تھا یا وہ خود اس کے قائل ہو گئے ہوں گے۔ (رضا خانی اصول یاد رکھیں تردید نہ کرنا دلیل تائید است)

میثم کو ان باتوں کا جواب دینا چاہیے مگر اس نے جان بچانے اور معتقدین میں بھرم قائم رکھنے کے لیے دو الگ الگ جہات سے عبارتیں اٹھائی اور تضاد ثابت کرنے لگا، واہ رے تیری عقل!!!

اب آیئے میثم کی غلط بیانیوں اور اسکے دجل و فریب کی طرف جو اس نے علامہ صاحب کے مؤقف میں تضاد ثابت کرنے کے لئے کیا ہے۔

میثم کا دجل و فریب

میثم لکھتا ہے کہ:

”ڈاکٹر خالد محمود مانچسٹروی نے اپنے پہلے مؤقف کی تردید کرتے ہوئے اپنی اس کتاب کی اسی جلد میں لکھا ہے:

”ان کا ہندوستان آکر دو سال تک چپ رہنا اور کسی کو یہ ماجرا نہ بتلانا کہ وہاں ان پر کیا گزری، بتلاتا ہے کہ واقعی وہ اپنے اس کردار پر نادم اور شرمندہ تھے۔ آپ کا ایک پرانا معتقد خلیل احمد برکاتی آپ کی اس خاموشی سے استدلال کرتا ہے کہ آپ بریلویت سے رجوع کر گئے ہیں۔ (دیکھیے انکشاف حق تصنیف مولانا خلیل احمد برکاتی) ہم مولانا خلیل احمد برکاتی کی اس بات سے اتفاق نہیں کرتے“ (مطالعہ بریلویت، جلد ۸ صفحہ ۹۳، ۹۴ مطبوعہ دار المعارف الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور)

اس اقتباس میں ڈاکٹر خالد محمود مانچسٹروی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مولوی خلیل احمد برکاتی کا یہ خیال غلط ہے کہ اعلیٰ حضرت نے علمائے دیوبند کے متعلق اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔ حقیقت یہی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے علمائے دیوبند کے متعلق اپنا مؤقف تبدیل نہیں کیا تھا“۔

(المہند اور اعلی حضرت: ص 250)

قارئین، میثم نے یہاں دجل و فریب میں خان صاحب کی مکمل پیروی کی ہے۔ اول تو اس نے ”مطالعہ بریلویت“ کی عبارت نقل کرنے میں خیانت سے کام لیا، ثانیاً اپنے تبصرے میں عبارت کا مفہوم بھی مسخ کر ڈالا، ”مطالعہ بریلویت“ کی پوری عبارت یہ ہے:

”ہم مولانا خلیل احمد برکاتی کی اس بات سے اتفاق نہیں کرتے صرف یہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے (خان صاحب نے) اپنے جھوٹے الزامات (جو حسام الحرمین میں درج ہیں) سے توبہ کی ہو کیونکہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنی وفات سے دو گھنٹے پہلے عمدہ کھانوں کی جو فہرست بنائی کہ یہ مجھے ہفتہ میں ایک دوبار بھیج دیا کریں وہ بتلاتی ہے کہ آپ بریلویت سے عملاً رجوع نہ کر پائے تھے“

(مطالعہ بریلویت: ج 8، ص 94)

میثم کا دجل ملاحظہ کریں، مولوی خلیل برکاتی سے علامہ خالد محمود رحمہ اللہ نے نقل کیا کہ ”خان صاحب بریلویت سے رجوع کر گئے تھے“ اور مولوی خلیل برکاتی کے اسی مؤقف سے نااتفاقی کی ظاہر کی، یہاں مطلق ”بریلویت“ سے

رجوع کی بات ہو رہی ہے نہ کہ حسام الحرمین، المہند وغیرہ کی۔ مگر میثم نے اپنا مدعا ثابت کرنے کے لیے تبصرے میں اس بات کو بڑی چالاکی سے حسام الحرمین اور المہند سے جوڑ دیا۔

میثم کا ایک اور دجل

اسی طرح علامہ خالد محمود رحمہ اللہ کے موقف میں تضاد ثابت کرنے کے لیے میثم نے ایک اور دجل کیا، چنانچہ لکھتا ہے کہ:

"ایک اور مقام پر ڈاکٹر خالد محمود نے لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ۱۳۳۸ھ میں علمائے دیوبند کے مقابل اپنی فتح کا اعلان کیا تھا، اقتباس ذیل میں ملاحظہ کیجئے:
"مولانا احمد رضا خاں نے ۱۳۳۸ھ میں اچانک اپنی فتح کا اعلان کر دیا" (مطالعہ بریلویت، جلد ۸ صفحہ ۱۱۸) ڈاکٹر خالد محمود کے ان دو اقتباسات سے ان کے اس بے بنیاد موقف کی خود ہی تردید ہو گئی"۔

(المہند اور اعلیٰ حضرت: ص250-251)

میثم نے یہاں بھی حوالہ نقل کرنے میں بدترین خیانت اور دجل کا مظاہرہ کیا ہے۔

یہاں ہرگز یہ بات نہیں ہو رہی کہ ۱۳۳۸ھ میں خان صاحب نے "المہند" کے خلاف کوئی کارروائی کی۔ بلکہ یہاں بات ہو رہی ہے خان صاحب کی ایک جعل سازی کی اور "فتح کا اعلان کر دیا" بطور طنز کہا گیا ہے تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

پہلے میثم کے نقل کردہ حوالے کا مختصراً پس منظر ملاحظہ فرمائیں۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں جب خان صاحب پوری طرح بے نقاب ہو گئے تو شریف مکہ (حکومت) کی طرف سے ان کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ چنانچہ خان صاحب ذلیل و رسوا ہو کر وہاں سے واپس لوٹے تھے۔ یہ ۱۳۲۴ھ کی بات ہے۔ اب اس ذلت و رسوائی پر پردہ ڈالنے کے لئے خان صاحب نے مولانا صالح کمال کے نام سے ایک جعلی خط تیار کیا اور ۱۳۳۸ھ "ملفوظات اعلی حضرت" میں شامل کر کے شائع کر دیا جس میں حقائق کو مسخ کیا گیا۔ اور یہ جھوٹ بھی گھڑا گیا کہ شریف مکہ مولانا احمد رضا خاں کا مرید ہو گیا تھا۔

علامہ خالد محمود لکھتے ہیں:

”اس چودہ سالہ فاصلے سے آپ نے (خان صاحب نے) ایسی داستان گھڑی کہ شریف مکہ جس نے مولانا احمد رضا خاں کو مکہ سے جلد نکلنے کا حکم دیا تھا اب چودہ سال کے بعد ان کا مرید ہو گیا“۔

(مطالعہ بریلویت: ج8، ص96)

اب یہاں میثم کے پیش کردہ حوالے میں، علامہ خالد محمود رحمہ اللہ اسی جعل سازی کی قلعی کھولتے ہوئے یہ بات لکھ رہے ہیں کہ:

”مولانا احمد رضا خاں نے ۱۳۳۸ھ میں اچانک اپنی فتح کا اعلان کر دیا اور شریف کو اپنا مرید بنالیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب شریف اپنے سفر آخرت پر جا چکے تھے“۔

(مطالعہ بریلویت: ج8, ص118)

اس مکمل عبارت سے صاف واضح ہے کہ علامہ صاحب بطور طنز کہہ رہے ہیں کہ خان صاحب نے ۱۳۳۸ھ میں اچانک اپنی فتح کا اعلان کر دیا یعنی ۱۳۲۴ھ میں ہونے والی ذلت ورسوائی پر پردہ ڈالنے کے لئے شریف مکہ اور مولانا صالح کمال وغیرہ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد حقائق کو مسخ کر کے شریف کو اپنا مرید بنالیا۔

قارئین کرام! خان صاحب کتنے بڑے جعل ساز، فراڈ باز، مکار، دجال، کذاب ہوں گے اس کا اندازہ ان کے پیروکاروں بالخصوص میثم کی دجالیوں سے لگایا جاسکتا ہے۔

مولاناساجد محمود صاحب۔ سلانوالی، سرگودھا (قسط:۷)

تضادات مماتیت

29. کیاموت کے بعد تلذذی عبادت ہے یا نہیں؟

اللہ رب العزت نے انسانیت کی ہدایت کے لیے دو سلسلے جاری رکھے

(1) کتاب اللہ (2) رجال اللہ

یعنی نقوش اور نفوس دونوں سلسلوں میں کبھی تعارض اور تضاد نہ آیا بلکہ مذکورہ سلسلے اپنی اپنی ترتیب کے مطابق امتوں کے سامنے پیش ہوتے چلے آئے۔ رب کائنات نے جب دونوں سلسلوں کا اختتام فرمانا چاہا تو نقوش کا اختتام قرآن کریم پر کیا اور نفوس کا اختتام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کر دیا۔

ان دونوں سلسلوں میں کسی قسم کا کوئی بھی حقیقی تعارض نہیں ہاں البتہ جو لوگ اتباع شیطان میں اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنے کے عادی ہیں انہیں اگر ان دونوں میں کوئی تعارض نظر آئے تو یہ ایک دوسری بات ہو گی کیونکہ ان لوگوں کا بنیادی مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث میں تعارض دکھا کر یالوگوں کے ایمان بالحدیث پر ڈاکہ ڈالیں یہاں یا ایمان بالقرآن پر۔

کچھ لوگوں نے اپنے اسی مشن کو تقویت پہنچانے کے لیے یہ نعرے لگائے ہیں کہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔ اللہ کریم اپنے ان بندوں کو اجر عظیم عطا فرمائے جنہوں نے قرآن وسنت کی حفاظت کے لیے انتہائی سخت سے سخت اور کڑے سے کڑے پہرے دیے اور سیسہ سے پلائی حفاظتی باڑیں قائم کیں۔ تاکہ آئندہ مسلمانوں کو نہ تو قرآن سے محرومی ہو اور نہ ہی حدیث نبویہ ﷺ سے، چنانچہ وہ اسی مقصد کے لیے اٹھے اور حفاظت حدیث کے تحت سندوں اور راویوں کی جانچ پڑتال کا ایک ترازو لگا لیا جس میں راویوں کی بھی جانچ پڑتال کی گئی اور روایات کی بھی جو حیثیت جس روایت کو ملتی اس کو اسی مقام پر تول کر اپنا علمی فریضہ سر انجام دیتے آئے اور اگر کہیں قرآن وحدیث میں ظاہری تعارض نظر آیا تو اس کو بھی حل فرماتے آئے۔

افسوس کہ آج کچھ لوگ پھر سے اپنی کم فہمی کے مطابق پرانی قبروں سے مردے اکھاڑنے لگے اور ایک نئے سرے سے یہ صدا لگائی کہ فلاں حدیث قرآن کے مخالف ہے۔ اس جرم کہ مرتکبین میں ایک نام ہمارے کرم

فرما محترم محمد اسحاق توحیدی صاحب کا بھی ہے جن کو ایک حدیث صحیح قرآن کے خلاف نظر آئی اور وہ حدیث کو چھوڑ کر قرآن کی طرف راغب ہونے کی ترغیب دیتے ہوئے کچھ یوں الفاظ میں لکھتے ہیں:

فائدہ: انبیاء کرام سے بڑھ کر کون بزرگ ہو سکتا ہے اور

وعبد ربك حتى يأتيك اليقين (الحجر)

ترجمہ اور عبادت کر اپنے رب کی یہاں تک کہ آپ ﷺ کو موت آجائے اس آیت میں عبادت کا تعلق موت تک ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا جارہا ہے کہ موت تک عبادت کریں۔

اب ظاہر ہے نماز، اذان، اقامت، حج اور زکوۃ سب عبادات ہیں اور موت تک انسان مکلف رہتا ہے اس کے بعد نہیں۔

(عقیدت الاکابر ولاصاغر صفحہ 90)

جناب والا کی مذکورہ ساری کاروائی دراصل حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون (مسند ابی یعلی) کو موضوع ثابت کرنے کے لیے کی گئی ہے حالانکہ بات بالکل آسان تھی کہ موت کے بعد انبیاء کی عبادت تلذذی ہے تکلیفی ہرگز نہیں اور آیت میں عبادت تکلیفی کا بتایا جارہا ہے کہ تکلیفی عبادت اے پیغمبر ﷺ آپ موت تک کر سکتے ہیں۔ لہذا آیت کا مفہوم اپنے مقام پر بالکل صحیح ہے اور حدیث کا مفہوم بھی اپنے مقام پر بالکل درست ہے۔

کاش کہ حضرت موصوف اپنے ہی اکابر کو پڑھ لیتے تو آج یہ حرکت کرنے کے لیے شاید انکا ضمیر ساتھ نہ دیتا۔ حضرت مولانا قاضی شمس الدینؒ صاحب انبیاء کرام کے لیے موت کے بعد عبادت ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

انبیاء کرام برزخ میں زندہ ہیں وہ اپنے ارواح متجسدہ یا ابدان عطائیہ مثالیہ سے نمازیں پڑھتے ہیں۔

(مسالک العلماء صفحہ 248)

دیکھیے اس عبارت میں حضرت قاضی صاحب نے انبیاء کے لیے بعد موت عبادت کا اثبات کیا ہے اور یہاں سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ قاضی صاحب نے یہ بات حدیث مذکورہ کی روشنی میں کی ہے کیونکہ اس حدیث میں نماز کی صراحت موجود ہے لہذا ثابت ہوا کہ یہ حدیث بھی قاضی صاحب کے نزدیک صحیح اور قابل استدلال ہے۔

(اس روایت کی تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیں حیات الانبیاء بعد وفات الانبیاء از مولانا محمد اعظم المردانی)

30. خطبہ صدیقؓ سے حضور کی حیات ثابت ہوتی ہے یا ممات؟ایک اور مماتی جھڑپ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سسر رسول ﷺ حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک خطبہ دیا تھا جو کہ صحیح بخاری میں موجود ہے اس خطبہ سے بھی کچھ لوگ آپ ﷺ کی حیات پر نفی کا استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں "قد مات" اور آپ (حیاتی از راقم) کہتے ہیں "حیات"۔

(بیانات شیخ القرآن فی الحیات بعد الوفات لسید الانس والجان صفحہ 155۔)

ہماری خواہش تو تھی کہ اپنے قارئین کے سامنے خطبہ صدیق اکبرؓ حرف بحرف پیش کر دیا جاتا اور پھر فیصلہ قارئین کے ہی ضمیر سے لیا جاتا لیکن خوف طوالت کی خاطر ہم خطبہ صدیقؓ کو یہاں نقل کرنے سے معذرت خواہ ہیں۔

ہاں البتہ اتنا عرض گزار ہوں گے کہ اس خطبہ سے حیات ثابت کرنے والے ہم نہیں بلکہ آپ کے بزرگ اکابر بھی ہیں۔ماہنامہ تعلیم القرآن کی وہ ساری عبارت ہم ذیل میں نقل کر رہے ہیں جس میں خطبہ صدیقؓ سے حیات النبی ﷺ کا اثبات کیا گیا ہے۔چنانچہ درج ہے۔

> ایک دوسرا مطلب حضرت صدیق اکبرؓ کے اس ارشاد کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگرچہ عوام الناس کے لیے دو موتیں ہیں پہلی دفعہ اس دنیا میں ان پر موت وارد ہوتی ہے پھر قبر میں نکیرین کے سوال و جواب کے وقت ان کو زندہ کر دیا جاتا ہے اور اس سے فراغت کے بعد دوبارہ ان پر موت طاری کر دی جاتی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صرف اسی دنیا کی ایک موت مقدر تھی جو آپ پر وارد ہو گئی اس کے بعد جب قبر مبارک میں آپ کو پھر حیات بخشی جائے گی تو وہ برابر قائم رہے گی اور عوام الناس کی طرح ان پر دوبارہ موت طاری نہیں ہو گی۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی صفحہ 27 مئی 1959۔)

31. کیا حضرت نانوتوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے منکر ہیں؟

اس مقام پر ایک بات سمجھ کر پھر مماتی تعارض ملاحظہ کرنا چاہیے کہ موت کا فقط ایک معنی نہیں بلکہ موت کے کئی معنی آئے ہیں عدم محض کو قرآن مجید نے موت کہا اسی طرح حدیث پاک میں نیند کو بھی موت کہا گیا ہے۔

حضرت نانوتوی جو نظریہ رکھتے تھے اسے انبیاء کی خصوصیات میں درج فرماتے تھے حضرت امام نانوتویؒ صاحب موت کے منکر ہر گز نہیں جیسا کہ علامہ نیلوی صاحب نے سمجھا ہے وہ لکھتے ہیں۔

اور حضرت شیخ شیخ الشیخ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے جو سماع کا قول فرمایا ہے تو وہ اسی لیے کہ وہ طبعی موت (مفارقة الروح من البدن) کے قائل ہی نہیں۔

(ندائے حق جلد2 صفحہ 85)

اگر تو مماتیوں کے نزدیک فقط موت کا ایک ہی معنی ہے مفارقة الروح من البدن تو ان کے نزدیک حضرت نانوتوی کافر ٹھہرے (نعوذ باللہ) تاہم اس بات کو ملحوظ خاطر رکھنا اس وقت ضروری ہے کہ مؤلف ندائے حق کے نزدیک نانوتوی صاحب موت کے منکر ہیں مگر انہی کے ایک عالم مصنف جناب سید عبد المقدس بن ناصر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ

قارئین کرام ان ساری آیات کے خلاف ایک ادنی مسلمان اور ادنی طالب علم بھی کوئی رائے اور عقیدہ قائم نہیں کر سکتا تو جبل العلم نانوتویؒ ان کے خلاف کیسا عقیدہ رکھیں گے ہاں آپ کے اس تفرد اور فرضی عقیدے کا مقصد صرف اور صرف شیعوں کا رد کرنا تھا ورنہ وہ خود بھی اسی فرضی عقیدے کے خلاف لکھتے ہیں اور آپ وفات النبی اور حیات برزخیہ کے قائل ہیں۔

(دیکھیے کتاب تحقیق الحق فی بیان مکائد اظہار الحق)

نوٹ: حضرت امام نانوتوی نے شیعوں کے رد میں کوئی بھی فرضی عقیدہ اختیار نہیں کیا بلکہ حضرت کا اس معاملے میں وہی نظریہ ہے جس کو علامہ نیلویؒ نے اپنی کتاب میں درج کر دیا ہے یہ فرضی عقیدہ کی بات امام نانوتوی پر صریح بہتان ہے۔

32. کیا سماع موتی ملحدین کا گھڑا ہوا مسئلہ ہے؟

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب فرماتے ہیں

سماع موتی کا مسئلہ صدر اول یعنی زمانہ صحابہ کرامؓ سے اختلافی چلا آرہا ہے۔

(تفسیر جواہر القرآن تحت انک لا تسمع الموتی)

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے قلم سے یہ وہ نکلی ہوئی عبارت ہے جو مماتیوں کی بنائی گئی پوری عمارت کو دھڑام سے نیچے گرانے کے لیے بلڈوزر کا درجہ رکھتی ہے۔ موصوف کی اس عبارت کو بھی مماتیوں نے اپنی توپی

مشینوں کے سامنے رکھا لیکن پھر بھی وہ اس سچ کو اِدھر اُدھر ٹکانے لگانے کے لیے ابھی تک پوری طرح ناکام ہیں۔ اور انشاء اللہ رہیں گے بھی۔

اس صداقت کے خلاف حضرت مولانا حسین نیلویؒ صاحب کچھ یوں لکھتے ہیں۔

علم ان مسئلۃ سماع الموتی و اجابتھم و معرفتھم مختلق للملحدین۔

(شفا الصدور صفحہ 25)

ترجمہ معلوم ہوا مسئلہ سماع ملحدین کا گھڑا ہوا ہے۔ (نعوذ باللہ)

اب فیصلہ قارئین کی چوکھٹ پر دستک دے رہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کریں تو چرچہ نہیں

(جاری)

مفتی رب نواز، احمد پور شرقیہ (قسط:۴)

صحیفہ اہلِ حدیث کا مطالعہ

شرابی کی سزا

حکیم محمد صادق سیالکوٹی اپنے مضمون ''اسلام میں جرائم کی سزا'' میں لکھتے ہیں:

''حضرت علی نے اس کو چالیس کوڑے مار کر کہا رسول اللہ ؐ نے بھی چالیس کوڑے مارے تھے۔ اور حضرت ابو بکر نے بھی چالیس ہی۔ لیکن حضرت عمر نے اَسی کوڑے مارے تھے۔ وہ بھی سنت ہے۔(ابن ماجہ) اس سے معلوم ہوا کہ شرابی کی سزا چالیس کوڑوں سے اَسّی کوڑوں تک حالات کے مطابق دی جاسکتی ہے۔''

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی ۱۶/ ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ صفحہ ۲۱)

عام غیر مقلدین شرابی کی سزا چالیس کوڑے بتاتے ہیں مگر سیالکوٹی نے چالیس سے اَسی کو تسلیم کیا ہے۔ مزید یہ کہ یہاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے شرابی کے لیے اَسی کوڑوں کی سزا کو ''سنت'' قرار دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین کا فعل بھی سنت ہے۔ یہاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کو حجت تسلیم کیا گیا جب کہ شیخ ناصر الدین البانی غیر مقلد کے نزدیک خلفاء راشدین میں سے کسی ایک کا عمل حجت نہیں۔ جب چاروں کسی عمل پہ متفق ہوں تب حجت ہو گا۔ چنانچہ وہ علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین ، تم لازم پکڑنا میری سنت کو اور خلفائے راشدین کی سنت کو'' کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''یہ مراد ہے کہ چاروں خلفائے راشدین کا ایک رائے پہ جمع ہونا حجت ہو گا اور صحیح بھی یہی معنی ہے۔''

(فتاوی البانیہ صفحہ ۱۱۹، ناشر: مکتبۃ الصدیق السلفیہ، اشاعتِ اول: جنوری ۲۰۱۳ء)

بے نمازوں سے قتال کرنا شرعی جہاد ہے

مولانا عبد القادر عارف حصاروی غیر مقلد اپنے مضمون ''بے نماز کی تکفیر کا اثبات'' میں لکھتے ہیں:

”یہ قتال صدیقی تادیباً یا حدّاً نہ تھا جیسا کہ پروفیسر صاحب کا خیال ہے۔ بلکہ یہ شرعی جہاد ہے جو بے نمازوں اور تارکینِ زکوۃ سے کیا جا سکتا ہے چنانچہ قرآن میں یہ حکم وارد ہے کہ فان تابوا و اقاموا الصلٰوۃ واتوا الزکوۃ فخلوا سبیلھم یعنی اگر وہ کفر سے توبہ کر کے نماز اور زکوۃ کے پابند ہو جائیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ جس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر نماز وزکوۃ کے پابند نہ ہوں تو ان سے جنگ کرو اور راستہ نہ چھوڑ۔“

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی ۱۶/ ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ صفحہ ۲۴)

غیر مقلدین حدیث پر عمل کرنے کے دعوے دار ہیں، اس لئے بتایا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بے نماز یا گناہ کبیرہ کے مرتکب سے قتال کیا۔ باقی رہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قتال وہ زکوۃ کے ترک پہ قتال نہیں بلکہ زکوۃ کے انکار کی وجہ سے تھا زکوۃ کی فرضیت کا انکار کفر ہے جب کہ اسے فرض مان کر ادا نہ کرنا کفر نہیں، گناہ کبیرہ ہے، جناب کو یہ فرق معلوم ہونا چاہیے۔ مذکورہ عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حصاروی صاحب کے ہاں مفہوم مخالف حجت ہے۔

احادیث رکوع کی بابت

ایک صاحب لکھتے ہیں:

”مجھے پانچوں وقت ایک ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنی نصیب ہوتی ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی۔ اَب میں پریشان ہوں کہ ان کے پیچھے میری نماز ہوتی ہے یا نہیں کیوں کہ جیسے دیگر لوگ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کے منکر ہیں اسی طرح یہ بخاری شریف کی حدیث کے منکر ہیں جو کہ رکوع کی بابت ہے۔“

صحیفہ میں اس سوال کا یوں جواب دیا گیا:

”اگر واقعی وہ مولوی صاحب احادیثِ رکوع کے منکر ہیں تو ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ارشاد کی تکذیب یا انکار کرنا اسلام سے ہاتھ دھونا ہے۔“

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی ۱۶/ ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ صفحہ ۲۱)

عام غیر مقلدین رکوع پانے لینے سے رکعت پالینا نہیں مانتے۔ غرباء والے رکعت کا پالینا قرار دیتے ہیں اور اسے حدیث کا مسئلہ بھی باور کراتے ہیں۔ چوں کہ یہ مسئلہ حدیث سے ثابت ہے اس لیے غرباء والے دوسرے غیر مقلدین کو مخالف حدیث کہتے ہیں، جیسا کہ مذکورہ عبارت سے باور کرایا گیا ہے۔

اونٹ میں عقیقہ کا مسئلہ

صحیفہ میں مذکور ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو:

> ’’س: علامہ ابن قیم نے تحفۃ الودود میں لکھا ہے کہ لایصح فیھا الاشتراک گائے، اونٹ میں عقیقہ کے لیے اشتراک صحیح نہیں ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ ج: یہ علامہ موصوف کی اپنی رائے ہے ورنہ شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی ممانعت وارد نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس بعض صحابہ کا تعامل موجود ہے۔‘‘

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی ۱۶/ ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ صفحہ ۲۷، ۲۶)

صحیفہ کی اس عبارت میں کئی باتیں قابل توجہ ہیں:

(۱) صحیفہ کے بقول علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اونٹ میں عقیقہ کے قائل نہیں مگر یہ اُن کی ذاتی رائے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے رائے سے مسئلہ لکھا بالفاظ دیگر وہ اس مسئلہ میں اہل الرائے ہیں۔

(۲) صحیفہ کے بقول اونٹ میں عقیقہ کے جواز کی ممانعت چوں کہ حدیث میں نہیں اس لیے یہ جائز ہوا۔ یعنی ان کے نزدیک حدیث سے اس کا ثابت ہونا ضروری نہیں۔ بس اتنا کافی ہے کہ حدیث میں اس کی ممانعت نہیں۔

(۳) صحیفہ میں بعض صحابہ کے تعامل کو دلیل بنایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین نے امتی حضرات کے عمل کو دلیل بنایا ہے مگر جب جنون میں ہوں تو یوں کہہ دیتے ہیں قابل اتباع صرف اور صرف وحی الٰہی ہے۔ امتی چوں کہ معصوم نہیں، اس لیے ان کی اتباع جائز نہیں۔ وغیرہ

نفاس کی انتہائی مدت چالیس دن

صحیفہ میں درج ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ کریں:

> ’’بچہ کی پیدائش کے بعد نفاس کی مدت چالیس یوم ہے۔ اگر حمل گر جائے تو اس کے نفاس کی مدت کتنی ہے؟: ج: دونوں کا ایک حکم ہے اور چالیس دن یہ انتہائی مدت ہے۔ اگر اس

سے پہلے خون بند ہو جائے تو نماز وغیرہ شروع کر دینی چاہیے۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی ۱۶/ ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ صفحہ ۲۷)

یہ فقہ حنفی کا مسئلہ ہے۔ غیر مقلدین اس مسئلہ پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ نفاس کی آخری مدت متعین نہیں وغیرہ مگر غرباءوالوں نے اسی مسئلہ کو "صحیفہ اہلِ حدیث" کے عنوان سے شائع کر دیا ہے۔

امام ابو حنیفہ قرآن وسنت کے پیرو تھے

محمد عمران الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں:

"صحابہؓ، تابعین و تبع تابعین، ائمہ دین، محدثین ہوں یا مجتہدین سب ہی حق کے پیرو کتاب وسنت کے پابند تھے۔ امام ابو حنیفہؒ جانتے تھے کہ حق صرف قرآن و حدیث ہی میں دائر ہے۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی ۱۶/ صفر ۱۳۷۸ھ صفحہ ۱۱)

غنیمت ہے کہ سیدنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو کتاب وسنت کا پیرو مان لیا۔ ورنہ غیر مقلدین کی بڑی کھیپ ہے جو امام صاحب کو مخالف حدیث کہتی ہے بلکہ ان کے بعض افراد تو انہیں دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

فرض نمازوں کے بعد دعا

کسی نے سوال کیا:

"فرض نماز پڑھا کر امام مقتدی کے ساتھ ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگے یا نہ مانگے ؟... حدیث شریف سے صحیح جواب عنایت فرمادیں۔"

صحیفہ میں اس سوال کا جواب یوں دیا گیا:

"کبھی کبھار ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا اور کبھی ہاتھ نہ اُٹھائے تو اس طرح جائز و درست ہے ۔کوئی گناہ نہیں۔ مطلق روایت بھی ہے کہ جب آدمی ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ شرماتا ہے کہ اپنے بندے کا ہاتھ خالی لوٹادے۔ اس طرح ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو بندہ ہر نماز کے بعد بسط کفیہ یعنی ہاتھ دراز کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے اور دعائے

فرمودہ نبیؐ پڑھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ہاتھ خالی نہ پھیرے۔ اسودؓ عامر کی روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فجر کی نماز کے بعد رفع یدیہ کے ساتھ دعا مانگی ہے۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی ۱۶/ صفر ۱۳۷۸ھ صفحہ ۱۴)

فرضوں کے بعد اجتماعی دعا کو دَور حاضر کے عام غیر مقلدین جائز نہیں مانتے بلکہ بعضے تو اسے بدعت بھی کہہ دیتے ہیں مگر غرباء والوں نے اسے حدیث کا مسئلہ قرار دے کر شائع کر دیا ہے۔

چادر سے ٹخنے ڈھکے ہوئے ہوں تو نماز نہیں ہوتی

صحیفہ میں درج ہے:

"واضح ہو کہ شرعا مسبل ازار کی نماز نہیں ہوتی ، بلکہ ٹخنہ ڈھانک کر یعنی تہبند یا پائجامہ ٹخنہ پر رکھنے والے مرد کا وضو بھی نہیں۔ اس کو اَز سر نو وضو کرنا ہو گا۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی ۱۶/ صفر ۱۳۷۸ھ صفحہ ۱۵)

غیر مقلدین اس مسئلہ سے متعلق حدیث کو ضعیف کہا کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ اس کی تشریح میں یوں بھی لکھا کہ اس حدیث کے مطابق نئے وضو کرنے کا حکم تو ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ چادر ٹخنوں سے نیچے رکھنے والے کا وضو ٹوٹ گیا۔ مولانا داود ارشد غیر مقلد کی کتاب "حدیث اور اہلِ تقلید" جلد اول کا مقدمہ دیکھئے۔

یہاں یہ وضاحت بھی چاہیے تھی کہ مذکورہ بالا مسئلہ میں مرد و عورت کا حکم یکساں ہے یا نہیں؟ اگر یکساں ہے تو دلیل چاہیے اور اگر دونوں میں فرق ہے تو مرد و عورت کی نماز میں فرق ہوا۔ جب کہ عام غیر مقلدین کی رائے ہے کہ مرد و عورت کی نماز میں فرق نہیں۔

یزید کی بابت حکیم فیض عالم صدیقی کا نظریہ

حکیم فیض عالم صدیقی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"یزید کے متعلق وہی گھسی پٹی باتیں دہرا کر انہیں ہلاکو اور چنگیز کی صف میں گھسیٹ کر کھڑا کرنے کو دینی بے بصیرتی کہا جائے یا خبث باطن ۔ غض بصر کہا جائے یا صرف نظر۔ تجاہل عارفانہ کہا جائے یا بزدلانہ پامالِ حرکت۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی ۱۶/ صفر ۱۳۷۸ھ صفحہ ۱۶)

حکیم صاحب آگے لکھتے ہیں:

”یزید تین بار امیر حج مقرر ہوئے اور ان کی قیادت میں جلیل القدر صحابہؓ نے مناسک حج ادا کئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت مغفور لہم کے لشکر کے سالار اعظم مقرر ہوئے جس لشکر میں میزبان رسولؐ حضرت ابو ایوب انصاریؓ جیسے جلیل القدر صحابی عبادلہ ثلاثہ جیسے عظیم صحابیؓ اور خود حضرت حسینؓ بطور رضا کار شامل تھے اور چھ مہینے سے زیادہ امیر موصوف کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ حضرت حسینؓ کے بھتیجے داماد حضرت زینب بنت علیؓ کے داماد تھے۔ سیدہ موصوفہ نے حادثہ کربلا کے بعد امیر موصوف کے ہاں مستقل قیام فرمایا۔ ان کا مزار آج تک دمشق میں زیارت گاہ ہے۔ محمد بن علیؓ جنہیں ایک سازش کے تحت بعد میں محمد بن الحنفیہؒ بنا دیا گیا ان کے قریبی احباب میں سے تھے اور اُنہیں نماز کا پابند، نیکی کے کاموں میں جلدی کرنے والا سنت کا پابند اور دینی مسائل میں گفتگو کرنے والا بیان کرتے ہیں۔“

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی ۱۶/ صفر ۱۳۷۸ھ صفحہ ۱۷)

غیر مقلدین سے درخواست ہے کہ وہ حکیم فیض عالم صدیقی کے مذکورہ دعووں پر روشنی ڈالیں کہ یہ کس حد تک صحیح اور ثابت ہیں۔ موجودہ غیر مقلدین سلف صالحین کا منہج اختیار کرنے کے مدعی ہیں اس لیے یہاں بتایا جائے کہ جو نظریہ حکیم صاحب نے پیش کیا اسلاف امت بھی اسی کے قائل ہیں؟

پندرہویں شعبان کی فضیلت

کرم الہٰی ہاشمی اپنے مضمون ”احکامِ ماہ شعبان“ میں لکھتے ہیں::

”احادیث میں ماہ شعبان کی پندرہویں شب کی بھی خاص طور پر فضلیت آئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا يومها فان الله ينزل فيها لغروب الشمس الى السماء الدنيا۔ (ابن ماجہ، مشکوۃ) ماہ شعبان کی پندرہویں شب کو قیام کرو (تسبیح، تہلیل، استغفار، درود، تلاوتِ قرآن اور نماز وغیرہ میں گزارو) اور دن کو روزہ رکھو۔ اس لیے کہ اس شب میں خدائے عزوجل سورج غروب ہوتے ہی آسمان دنیا پر نزولِ اجلال فرماتا ہے۔ خدائے ارحم الراحمین شعبان کی پندرہویں شب کو آسمان

دنیا پر نزول فرما کر اپنی مغفرت اور عافیت کے خزانے لٹانے کے لیے اپنے بندوں کو دعوت دیتا ہے ... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: فیغفر لجمیع خلقه الا لمشرك او مشاحن اللہ تعالیٰ اس رات میں اپنی تمام (پابند شرع) مخلوق کو بخش دیتا ہے مگر دو شخص اس فضیلت والی رات میں بھی بخشش سے محروم ہیں (۱) مشرک یعنی وہ شخص جو کہ خدائے تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات عبادت، عظمت، قدرت، احیاء، اماتت وغیرہ میں کسی فرشتے، کسی نبی، کسی ولی، کسی بزرگ، کسی پیر، کسی جن وغیرہ کو شریک کرتا ہے۔ (۲) مشاحن یعنی وہ شخص جو اپنے مسلمان بھائی سے بلا وجہ شرعی بغض، کینہ اور حسد رکھتا ہے اور اس سے سلام کلام ترک کر دیتا ہے۔ (ابن ماجہ، مشکوۃ شریف) ایک اور حدیث میں یوں ارشاد نبوی ہے: لاینظر اللہ فیھا الی مشرك ولا مشاحن ولا الی قاطع رحم ولا الی مسبل ولا الی عاق لوالدیه ولا الی مد من خمر اللہ تعالی شعبان کی پندرہویں شب کو مشرک، کینہ ور، رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کرنے والے، ٹخنے سے نیچے تہبند، پاجامہ، لٹکانے والے، ماں باپ کے نافرمان اور شراب کے نشہ میں مدہوش رہنے والے کی طرف دیکھتا بھی نہیں... مسلمانوں کو چاہیے تو یہ تھا... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق رات کو قیام کرتے، ذِکر الٰہی میں مشغول رہتے، تسبیح تہلیل کرتے اور بارگاہ الٰہی میں دست بستہ کھڑے ہو کر اپنے گناہوں کی معافی چاہتے اور دن کو روزہ رکھ کر اپنی اطاعت و فرماں برداری کا ثبوت دیتے۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی یکم شعبان ۱۳۸۹ھ صفحہ ۳،۲)

زمانہ حاضر کے عام غیر مقلدین پندرہویں شعبان کے فضائل کو تسلیم نہیں کرتے، اس کے برعکس اُن کے کئی علماء اس فضلیت کے قائل ہیں جن میں سے ایک ثبوت صحیفہ کی مذکورہ عبارت بھی ہے۔

بے نماز کو مومن سمجھنے والے اہل بدعت ہیں

مولانا عبد القادر حصاروی غیر مقلد اپنے مضمون "تارکین نماز اور ان کے دلائلِ مزعومہ" میں اپنے غیر مقلدین کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں::

"اَب بندہ حصاری بے نمازیوں کے حماتیوں سے دریافت کرتا ہے کہ آپ سلف صالحین اور محدثین کرام کے گروہ میں داخل ہیں اور فرائض وغیرہ اعمال کو ایمان میں داخل سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں سمجھتے تو آپ اہلِ بدعت میں شمار ہیں، پھر اہلِ حدیث ہونے کا دعوی چھوڑ دیں۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی یکم شعبان/١٣٨٩ھ صفحہ ٢،٣)

بے نماز کو گناہ گار تو سب مانتے ہیں البتہ اس کے کافر ہونے میں اختلاف ہے۔ اور تقلید و فقہ کو اختلاف کا سبب قرار دینے والے غیر مقلدین میں بھی یہ اختلاف موجود ہے۔ حصاروی صاحب وغیرہ کچھ غیر مقلدین بے نماز کو کافر کہتے ہیں جب کہ اس کے بالمقابل غیر مقلدین کا دوسرا گروہ بے نماز کو مسلمان تسلیم کرتا ہے فتاوی ثنائیہ وغیرہ دیکھ لیں۔ حصاروی صاحب نے اس مسئلہ میں اپنے مخالف غیر مقلدین کو بدعتی کہہ دیا ہے۔

گھوڑے کی قربانی

صحیفہ میں عبد الواحد (اہلِ حدیث راجن پور) کا سوال درج ہے:

"ایک رسالہ میری نظر سے گزرا ہے اُس میں لکھا ہوا ہے کہ گھوڑے کی قربانی کرنے کا ثبوت نہیں ہے کیا یہ مولوی سچے ہیں اور میں نے فتاوی ستاریہ بھی دیکھا ہے اُس میں گھوڑے کی قربانی کے متعلق علماء کے فتاوی موجود ہیں ان میں کون سچا ہے۔ صحیح بات تحریر فرمائیں کہ گھوڑے کی قربانی کرنی جائز ہے یا نہیں صحیح ثبوت دیں۔"

کرم الجلیلی ہاشمی نے اس کا یوں جواب دیا:

"آپ نے جس رسالہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے یہ میری نظر سے بھی گزرا ہے۔ اس رسالہ کو پڑھ کر اس کے مصنف کے متعلق اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو علم حدیث یا اصول حدیث سے دُور کا بھی لگاؤ نہیں ہے، یہ محض سستی شہرت کے لیے یہ سب کچھ پرچار کر رہے ہیں۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی یکم شعبان/١٣٨٩ھ صفحہ ٢٨)

صحیفہ اہلِ حدیث کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ غرباء والوں کے ہاں گھوڑے کی قربانی جائز ہے۔ اَب ذرا مولانا محمد داود ارشد غیر مقلد کا دعویٰ سنیں۔ مولانا ابو بلال جھنگوی رحمہ اللہ نے تحفہ اہلِ حدیث میں لکھا تھا کہ بعض غیر مقلدین گھوڑے کی قربانی کو جائز کہتے ہیں تو داود صاحب نے اس پہ یوں تبصرہ کیا:

''ہم نے زندگی میں جھنگوی سے زیادہ کوئی کاذب نہیں دیکھا۔ غالباً جھنگوی اہلِ حدیث کے خلاف جھوٹ لکھنا جائز سمجھتا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ کذب و افتراء غلط بیانی کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتا۔ ہمارا دعوی ہے کہ کسی اہلِ حدیث نے گھوڑے کی قربانی کا فتوی نہیں دیا۔ اگر جھنگوی کے قول میں صداقت ہے تو وہ ہمت کرے اور اپنے رفقاء سمیت مل کر سر توڑ کوشش کر کے کسی اہلِ حدیث مفتی کا فتوی دکھا دے، ورنہ اللہ کا خوف کرے اور اپنے احوال کو درست کرے اور اہلِ حق کی مخالفت ترک کر دے۔''

(تحفہ حنفیہ صفحہ ۳۰۳، ملنے کا پتہ: نعمانی کتب خانہ لاہور، تاریخ اشاعت: ۲۰۰۶ء)

فتاوی ستاریہ اور صحیفہ اہلِ حدیث میں گھوڑے کی قربانی کے جواز پہ فتاویٰ ہونے کے باوجود داود ارشد کی مذکورہ بالا دعوی کو کیا نام دیں؟ بہتر ہے کہ خود داود صاحب ہی اپنے اس دعوی کی حیثیت متعین کر دیں۔

بخاری و مسلم کی حدیث پہ جرح کرنے والے کی حیثیت

کرم الجلیلی نے مذکورہ سائل کو جواب دیتے ہوئے دعوی کیا کہ گھوڑے کی قربانی حدیثِ بخاری سے ثابت ہے، پھر حدیث بخاری پہ جرح کرنے والے کے متعلق لکھا:

''اگر کوئی شخص صحاح ستہ خصوصاً صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث مقدسہ کو جرح و تعدیل کی چھریوں سے مسخ کرنے کی کوشش کرے تو ہم اس کو لا علم نہ کہیں تو کیا کہیں۔ بلکہ اَب تو ہمیں اس رسالہ کے مصنف کے ایمان و اسلام کی خیر منانے کے لیے دعائیں کرنی چاہئیں کیوں کہ جو شخص صحاح ستہ وماوافق بہا خصوصا صحیح بخاری و صحیح مسلم کی کسی حدیث کا انکار کرتا ہے وہ اپنے ایمان و اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ بہر حال مولوی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ سراسر غلط اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے اور فتاویٰ ستاریہ میں علماء کرام کا متفقہ فتویٰ ہے وہ بالکل صحیح ہے کیوں کہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔''

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی یکم شعبان / ۱۳۸۹ھ صفحہ ۲۸)

بخاری و مسلم پہ جرح کرنے والے غیر مقلدین پہ مذکورہ بالا فتوی لگتا ہے۔ مثلاً شیخ البانی نے مولانا ارشاد الحق اثری کی تحقیق کے مطابق بخاری کی آٹھ حدیثوں کو ضعیف کہا اور حافظ زبیر علی زئی کی رائے میں البانی نے

مسلم کی تیس حدیثوں پر جرح کی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث: اذا قرأ فانصتوا، جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔" کو تو مولانا عبد الرحمن مبارک پوری غیر مقلد سے لے کر مولانا ارشاد الحق اثری اور ان کے شاگرد خبیب اثری تک عام غیر مقلدین نے ضعیف کہا ہے۔ یہاں تک حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد نے بھی "تفسیری حواشی صفحہ ۲" پہ اس حدیث کی صحت کو مشکوک قرار دیا۔

اس عبارت میں صحاح ستہ کی حدیثوں میں سے کسی حدیث کو ضعیف کہنے پر سنگین فتوی لگایا حالاں کہ کتب ستہ میں نسائی، ابو داود، ترمذی اور ابن ماجہ کی متعدد حدیثوں کو قریبا سارے غیر مقلدین ضعیف کہا کرتے ہیں مثلا شیخ البانی اور زبیر علی زئی نے سنن اربعہ کی سینکڑوں حدیثوں کو ضعیف کہا ہے۔

تنبیہ: حدیثِ بخاری تو کیا کسی بھی حدیثِ نبوی سے گھوڑے کی قربانی ثابت نہیں ہے۔ مولانا نعیم الحق ملتانی غیر مقلد کی کتاب "بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ" دیکھئے۔

رکوع پالینے سے رکعت پالینے کا نظریہ رکھنے والے اور صحیفہ کی عبارت

عام غیر مقلدین کی رائے ہے کہ جو بندہ امام کو حالتِ رکوع میں پالے اسے رکعت نہیں ملتی اس لئے اسے چاہیے کہ وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو جائے اور اپنی رکعت پوری کرے جب کہ غربا اہلِ حدیث فرقہ کے ہاں ایسے شخص کو رکعت مل گئی۔ اس تناظر میں آگے آنے والے سوال وجواب کو پڑھیں۔

> "س: مولوی عبد اللہ نے رکوع کی رکعت کے نہ ہونے کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے اس کا جواب مرکز کراچی سے شائع ہوا ہے یا نہیں۔ ج: حضرت مولانا الحاج عبد الجلیل صاحب محدث سامرودی نے "اتمام الخشوع بادراك الركوع" کے زیر عنوان رسالہ نورِ ہدایت دہلی بابت شعبان ۸۷ھ میں بالتفصیل جواب دیا ہے جو کہ عن قریب صحیفہ اہلِ حدیث کراچی میں بھی شائع کیا جائے گا ان شاء اللہ۔"
>
> (صحیفہ اہلِ حدیث کراچی یکم شعبان/ ۱۳۸۹ھ صفحہ ۲۹)

سامرودی صاحب کے رسالہ "اتمام الخشوع بادراك الركوع" میں لفظ خشوع ہے۔ اس کی وضاحب مطلوب ہے۔ کیا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو لوگ مدرک رکوع مدرک رکعت کا نظریہ رکھتے ہیں ان کی نماز کامل خشوع والی ہے یا کچھ اور مراد ہے؟

حقہ نوش کو امام بنانا ٹھیک نہیں

صحیفہ میں درج ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو:

''س: حقہ نوش کو امام مقرر کرنا اور اس کے پیچھے پنج وقتی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ ج: ایسے شخص کو ہمیشہ کے لیے امام بنانا ٹھیک نہیں ہے کیوں کہ حضور اکرم صلعم کا ارشاد ہے ائمتکم خیارکم، تمہارے امام تم میں سے بہترین افراد ہونے چاہئیں۔''

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی یکم شعبان/۱۳۸۹ھ صفحہ ۲۹)

امام بہترین انسان ہونا چاہیے یہ الگ بات ہے۔ یہ آپ کے اس دعوی کی دلیل نہیں کہ حقہ فروش کی امامت ٹھیک نہیں۔ آپ کو اس کی امامت کے جائز نہ ہونے کی صراحت کر کے اس کے مطابق دلیل دینی چاہیے تھی۔

شراب ناپاک ہے

کرم الجابلی ہاشمی لکھتے ہیں:

''چوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں شراب کو رجس، گندی وناپاک چیز قرار دیا ہے اس لئے اگر وہ کپڑے یا بدن وغیرہ پر لگ جائے تو اس کا پاک کرنا، دھونا ضروری ہے۔''

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی یکم شعبان/۱۳۸۹ھ صفحہ ۲۹)

عام غیر مقلدین شراب کو پاک کہتے ہیں اور بعضوں نے تو یوں بھی تعبیر کر دیا کہ ماں کی طرح پاک ہے۔ لیکن صحیفہ اہلِ حدیث میں شراب کو ناپاک بتایا گیا ہے۔ مزید یہ کہ اس کی ناپاکی کو قرآن کا مسئلہ باور کرایا گیا ہے۔

بعض صحابہ کرام منسوخ پہ عمل پیرا رہے

کرم الجابلی ہاشمی لکھتے ہیں:

''چوں کہ احکامِ اسلامی کے نزول کے کئی ایک مراحل تھے۔ بعض مرحلہ میں کوئی حکم نازل ہوا اور خدا نے جب چاہا اس کو منسوخ کر کے دوسرا حکم نازل فرما دیا۔ پس جس صحابی نے پہلے مرحلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کام کرتے دیکھا اور انہیں اس کا نسخ معلوم نہیں ہوا تو انہوں نے اسی پر گامزن ہوتے ہوئے دوسروں کو بھی اسی پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی اور جس صحابی کو اس کا نسخ معلوم ہو گیا تو انہوں نے اس کے مطابق عمل کیا اور دوسروں

سے کرایا۔ پس بظاہر یہ وجہ اختلاف معلوم ہوتی ہے ورنہ نعوذ باللہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین باہم اختلاف کی بنیاد رکھ کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کے قطعی حق میں نہ تھے وہ تو خدا اور سول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے داعی تھے۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی یکم و۱۶/ربیع الاول ۱۳۹۲ھ صفحہ ۲۹)

اس عبارت سے میں دو باتیں قابلِ غور ہیں:

(۱) صحابہ کرام میں بھی مسائل کا اختلاف تھا۔ جب کہ غیر مقلدین اختلاف کی وجہ ائمہ اربعہ کی فقہ بتاتے ہیں۔

(۲) دَور نبوی کے بعد بعض صحابہ کرام منسوخ حدیثوں پر عمل پیرا رہے۔ لہذا بعض صحابہ کا عمل اس بات کی حتمی دلیل نہیں کہ ان کا اختیار کردہ عمل غیر منسوخ ہے۔

وہابی کی بابت کچھ

مولانا حکیم عبد الکریم شفیق جھبگوی لکھتے ہیں:

"آج کے لوگ اہلِ حدیثوں کو بدنام کرتے ہیں، وہابی کہتے ہیں حالاں کہ وھاب اللہ کا نام ہے اور اللہ کو ماننے والا وہابی کہلاتا ہے لیکن لوگوں نے ہمیں ہوّا بنا رکھا ہے۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی یکم و۱۶/ربیع الاول ۱۳۹۲ھ صفحہ ۳۵)

اس عبارت کے الفاظ "لوگوں نے ہمیں ہوّا بنا رکھا ہے۔" کی تعیین مطلوب ہے کہ ان ہوا بنانے والے لوگوں میں غیر مقلدین بھی ہیں؟ ایک وقت تھا کہ غیر مقلدین نے بڑھ چڑھ کے وہابی کارد کیا، اسے گالی تک باور کرایا۔ کیا آپ لوگوں کو وہ وقت یاد نہیں جب مولانا محمد حسین بٹالوی غیر مقلد نے انگریز حکومت کو درخواست دی تھی کہ ہمیں سرکاری کاغذات میں وہابی کی بجائے اہلِ حدیث کہا جائے۔

اہلِ حدیث کو بُرا کہنے والے کا حکم

صحیفہ میں لکھا ہے:

"بُرا جو کہتا ہے اہلِ حدیث کو ہمدم، ہم اس کو سب سے بڑا بدعتی سمجھتے ہیں۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی یکم و۱۶/جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ صفحہ ۹)

اہلِ حدیث کا اصلی مصداق محدثین ہیں اور غیر مقلدین کی کتابوں میں محدثین پہ کئی طرح کی بے ادبی پائی جاتی ہے۔ مقالات شاغف وغیرہ کتابیں دیکھ لیں۔ لیکن مضمون نگار نے یہاں اہلِ حدیث سے مراد غیر مقلدین کا فرقہ مراد لیا ہے جسے انگریز نے اہلِ حدیث نام الاٹ کیا۔ اس مراد کے پیش نظر ہم عرض کرتے ہیں کہ اہلِ حدیث کے دعوے داروں نے اپنے ہی اہلِ حدیثوں کو بہت زیادہ بُرا کہا ہے ثبوت کے لیے رسائل اہلِ حدیث جلد اول و دوم وغیرہ کتب کا مطالعہ کریں۔ پھر اُن بُرا کہنے والوں پہ مذکورہ بالا حکم بھی لاگو کریں۔

سورۃ فاتحہ قرآن کا حصہ ہے تو؟

مولانا عبد الغفار خیری اپنے مضمون "سورۃ الفاتحہ" میں لکھتے ہیں:

"اکثر کتابوں میں پیش لفظ یا دیباچہ یا تقریظ شروع میں ہوتی ہے۔ یہ پیش لفظ یا دیباچہ یا تقریظ اگرچہ کتاب کے شروع میں ہوتی ہے پھر بھی اس کو کتاب نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح قرآن عظیم کی شروعات "الم" سے ہوتی ہے۔ بغرض آسانی قرآن عظیم کے تیس پارہ کئے گئے ہیں جس مسلمان سے پوچھا جائے تیس ہی بتائے گا۔ دریافت کر کے دیکھ لو، ہر ایک "الم" کو پہلا پارہ اور عم یتساء لون" کو آخری یعنی بیسیواں پارہ بتائے گا۔ قرآن عظیم پہلے پارہ "الم" سے شروع "عم یتساء لون" تیسویں پارہ پر ختم ہوتا ہے تو سوال یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کس پارہ میں ہے۔ ہر مسلمان کے گھر میں قرآن عظیم موجود ہے۔ اس میں دیکھو کہ یہ سورۃ فاتحہ قرآن عظیم کے کون سے پارے میں ہے۔ پہلا پارہ کون سا ہے اور آخری پارہ کون سا ہے۔ یہ مانا کہ قرآن مبین میں سورہ فاتحہ ہے تو کس طرح ہے اور کون سے پارہ میں ہے۔" (صحیفہ اہلِ حدیث کراچی یکم و ۱۶ر جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ صفحہ ۱۵)

خیری صاحب اس عبارت میں "یہ پیش لفظ یا دیباچہ یا تقریظ اگرچہ کتاب کے شروع میں ہوتی ہے پھر بھی اس کو کتاب نہیں کہا جاتا۔" لکھ کر کیا تاثر دینا چاہتے ہیں؟ یہی کہ جس طرح تقریظ کو کتاب نہیں کہا جاتا ہے اسی طرح فاتحہ بھی قرآن نہیں؟ اگر کچھ اور مطلب ہے تو واضح کریں۔

سورہ فاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک سب سورتیں قرآن ہے۔ اس لئے فاتحہ بھی قرآن میں شامل ہے اور بخاری میں حدیث نبوی ہے: ھی اعظم سورۃ من القرآن، یہ قرآن کی بہت عظمت والی سورت ہے۔ باقی رہی سپاروں کی تقسیم تو اس کی بابت خود خیری صاحب نے یوں "بغرض آسانی قرآن عظیم کے تیس پارہ کئے گئے ہیں"

لکھ دیا ہے۔ خیری صاحب سے یہ سوال بھی بجا ہے کہ سب کے ہاں یہ بات مسلّم ہے کہ قرآن کی ۱۱۴ سورتیں ہیں اگر سورت فاتحہ قرآن کا حصہ نہیں تو پھر ۱۱۴ سورتیں کیسے ہیں؟

وظائف محمدی

صحیفہ میں "وظائف محمدی یعنی مشہور و معروف کتاب **الحزب المقبول**" عنوان سے کتاب کا اشتہار درج ہے جس میں یہ عبارت بھی ہے:

"یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں بار بار طبع ہو کر ختم ہو چکی ہے۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی یکم و ۱۶/ جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ صفحہ ۱۶)

فضائل اعمال کے خلاف لکھی جانے والی غیر مقلدین کی بعض کتابوں میں درج ہے کہ حدیث کی رو سے ذکر و اذکار کہنا تو درست ہے مگر وظیفہ و وظائف درست نہیں۔ لیکن یہاں خود غیر مقلدین نے "وظائف محمدی" کے نام سے کتاب لکھ دی اور یہ دعوی بھی کر دیا کہ یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔

عوام میں انتشار کی وجہ

نصرۃ الباری شرح بخاری میں ہے:

"دونوں عالموں کے اختلاف سے عوام میں انتشار ہو گیا۔ کچھ لوگ ابو ذرؓ کی طرف ہو گئے اور کچھ امیر معاویہؓ کی طرف۔ آخر امیر معاویہؓ نے اپنے امام حضرت عثمانؓ کی طرف شکایت لکھی۔ حضرت عثمانؓ نے ابو ذرؓ کو مدینہ میں بلا کر ربذہ بستی میں رہنے کا مشورہ دیا۔ ابو ذرؓ نے بخوشی منظور کیا اور آخر دم تک وہیں رہے۔"

(نصرۃ الباری کتاب الزکوۃ صفحہ ۲۷ چھٹا پارہ، صحیفہ اہلِ حدیث کراچی یکم و ۱۶/ جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ صفحہ ۳۵)

اس سے معلوم ہوا کہ دَور صحابہ میں بھی مسائل میں باہمی اختلاف تھا۔ لہٰذا اگر مذاہب اربعہ میں باہمی اختلاف ہے تو انہیں ہدف طعن نہ بنائیں۔

اجتہادی امور میں اختلاف جائز ہے

نصرۃ الباری میں آگے لکھا ہے:-

”اجتہادی امور میں اختلاف روا ہے اور یہ کہ جلبِ مصلحت پر دفع مفسدہ کو مقدم کرنا چاہیے۔
قس وع۔“(حوالہ مذکورہ)

بعض غیر مقلدین اجتہاد کے قائل نہیں ،ان میں ابوالاشبال شاغف غیر مقلد بھی ہیں۔ (مقالات شاغف)مزید یہ کہ جب اجتہادی امور میں اختلاف جائز ہے تو غیر مقلدین کو ”ایک دین اور چار مذاہب“ کہہ کر طعنہ نہیں دینا چاہیے۔

صفات میں تاویل کو فاسد عقیدہ کہنے کی جسارت

نصرۃ الباری شرح بخاری میں ہے:

”جو علماء صفاتِ الٰہی کی تاویل کرتے ہیں دستِ قدرت وغیرہ کہتے ہیں ان کا قول غلط اور عقیدہ فاسد ہے۔“

(نصرۃ الباری کتاب الزکوۃ صفحہ ۳۲ چھٹا پارہ، صحیفہ اہلِ حدیث کراچی یکم و ۱۶/جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ صفحہ ۳۵)

تاریخ اہلِ حدیث میں مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی نے صفات باری تعالی میں تاویل کی بابت بحث کرتے ہوئے لکھا:

”بعض لوگوں کا خیال اَب بھی ہے اور پہلے بھی رہا ہے کہ اہلِ حدیث مطلقا تاویل کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن ان کی یہ رائے مسئلہ صفات کو تفصیلاً نہ سمجھنے اور ائمہ اہلِ حدیث کی تصریحات و تشریحات کو نہ جاننے کے سبب ہے۔ بلکہ صفات فعل میں جہاں کوئی قطعی دلیل عقلی یا نقلی تاویل پر مجبور کرے وہاں اہلِ حدیث بھی تاویل کرتے ہیں۔“

(تاریخ اہلِ حدیث صفحہ ۳۲۳، مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور، سن اشاعت: ۲۰۰۴ء)

سیالکوٹی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”ان ہر دو ائمہ اہلِ حدیث کی تصریحات سے صاف ثابت ہو گیا کہ اہلِ حدیث کو تاویل سے بہر صورت انکار نہیں۔“

(تاریخ اہلِ حدیث صفحہ ۳۲۶)

غرباء کے امام کی بیعت کرلی

مولانا نذیر احمد شاہ قریشی ہاشمی (مدرس مدرسہ تدریس القرآن والحدیث چک: ۴۲۲ کٹوڈاک خانہ جھوک دادو متصل تاندلیانوالہ ضلع لائل پور) لکھتے ہیں::

”میں ۱۴/ رمضان المبارک کو محترم امام حافظ الحاج ابو محمد عبد الستار صاحب محدث دہلوی کے ہاتھ پر بیعت کی تاکہ جماعتی زندگی بسر کرسکوں اور آج سے ہی اپنے پچھلے گناہوں کی اللہ تعالیٰ رب العالمین سے معافی مانگی۔“

(صحیفہ اہلِ حدیث کراچی یکم شوال المکرم ۱۳۸۵ھ صفحہ ۲۱)

دَور حاضر کے غیر مقلدین صوفیاء میں رائج بیعت توبہ پر اعتراض کرتے ہیں مگر انہیں چاہیے کہ پہلے غرباء اہلِ حدیث سے اس بیعت کو ختم کرائیں۔

مفتی رب نواز صاحب احمد پور شرقیہ (قسط:۱)

اسم بامسمّٰی
یعنی
نام کی طرح دلائل میں بھی سرفراز

[محترم و مکرم مولانا سرفراز حسن حمزہ صاحب حفظہ اللہ کی کاوش سے ان کے دادا جان حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر علیہ الرحمۃ کی یاد میں مجلہ ''المصطفیٰ بہاول پور'' کی اشاعت خاص کو منظر عام پہ لانے کا لائحہ عمل تیار ہوا تو حمزہ صاحب نے مضمون لکھنے کا حکم فرمایا۔ بندہ نے ان کی تعمیل میں سولہ صفحات پر مشتمل بہ عنوان ''مصنف احسن الکلام رحمہ اللہ'' ایک مضمون لکھا جو ''المصطفیٰ'' کی اشاعتِ خاص کا حصہ بنا۔ حضرت مولانا جمیل الرحمن عباسی زیدہ مجدہ مدیر مجلہ تسکین الصدور بہاول پور نے اس مضمون کو ملاحظہ کیا تو بندہ کو حکم فرمایا جس طرح آپ نے اپنے اس مضمون میں حضرت رحمہ اللہ کی کتاب ''احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام'' کے علمی مقام کو متعارف کرایا، اسی طرح رَدِ غیر مقلدیت پر لکھی گئی حضرت کی دیگر کتب کا تعارف کرانے کے لیے ایک اور مضمون تحریر کریں۔ زیرِ نظر مضمون عباسی صاحب کی اسی فرمائش کی تکمیل کا نتیجہ ہے۔ ع

گر قبول اُفتد زہے عزو شرف

(رب نواز عفا اللہ عنہ دار العلوم فتحیہ احمد پور شرقیہ)]

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ الی یوم القیامۃ کا تعلق اہل السنت و الجماعت سے ہے بر صغیر میں جن کے صحیح ترجمان علمائے دیوبند ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دیوبندی جماعت کو علم میں بہت بلندیاں نصیب کی ہیں، ان کے علمی مرتبہ کی گونج پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ انہوں نے خداداد علم و فراست سے دین

نبوی کی نشر و اشاعت، بقاو حفاظت کے لیے ایسی خدمات سر انجام دی ہیں جنہیں رہتی دنیاتک یاد کیا جاتا رہے گا ان شاء اللہ۔

گزر جائیں گے اہلِ درد، رہ جائے گی یاد ان کی
وفا کا درس جب بھی ہو گا ان کے ذکر پر ہو گا

علمائے دیوبند کی منجملہ خدمات میں سے ایک خدمت ان لوگوں کی اصلاح ہے جو ترکِ تقلید کی اندھیری وادیوں میں بھٹک رہے ہیں مگر دعویٰ عمل بالقرآن والحدیث کا کرتے ہیں اور قرآن وحدیث ہی کے لبادہ میں سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں وسوسے ڈال کر انہیں پریشان کرتے ہیں۔ رات دن انہیں راہِ حق سے برگشتہ کرنے کی کوشش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ اہلِ السنت دیوبند نے ان لوگوں کا ایسا جاندار تعاقب کیا کہ خود مخالف کو اُن کا علمی لوہا ماننا پڑا۔ صرف اتنا نہیں بلکہ اپنے پے درپے شکستوں کا برملا اعتراف بھی انہوں نے کیا ہے مثلاً غیر مقلدین کے ”امام العصر“ مولانا اسماعیل سلفی لکھتے ہیں:

”علماء دیوبند کو ان کی علمی خدمات نے اتنا ہی اونچا کیا جتنا مناظرات نے ہم کو نیچا دکھایا اور ذہنی طور پر جماعت کو قلاش کر دیا۔“ (نتائج التقلید صفحہ:ق)

دیگر علمائے دیوبند کی طرح حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر علیہ الرحمۃ نے بھی غیر مقلدیت کا بھرپور تعاقب کیا اور یہ اتنا کامیاب ثابت ہوا کہ مخالفین دفاع سے عاجز آگئے بلکہ بعض مقامات پر اپنی شکست کو اعلانیہ تسلیم کیا اور کچھ ایسے بھی تھے کہ جب ان سے صفدری دلائل کا کوئی جواب نہ پڑا تو وہ اپنے مذہب کو خیر باد کہہ کر قافلہ حق میں شامل ہو گئے۔ ذیل میں اس کے شواہد ملاحظہ فرمائیں۔

احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام

میاں نذیر حسین دہلوی متوفی ۱۹۰۲ء کے زمانہ سے ہندوستان میں غیر مقلدین کا فرقہ وجود میں آیا اس سے پہلے یہ لوگ ہندوستان میں نہ تھے جیسا کہ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امر تسری نے اعتراف کیا ہے۔
(اخبار اہلِ حدیث امر تسر: ۱۶، اگست ۱۹۱۸ء)

اخبار اہلِ حدیث کے اس حوالہ کا عکس دیکھنے کے لیے مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی دام ظلہ کی کتاب ”تاریخ ختم نبوۃ صفحہ ۴۳۴ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

جونہی یہ فرقہ وجود میں آیا تو اس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ جو امام کی اقتداء میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے، اس کی نماز باطل ہے اور کتابوں میں بھی یہ فتویٰ صادر کر دیا کہ:

"رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کو فرمایا میرے پیچھے سورہ فاتحہ ضرور پڑھا کرو ورنہ تمہاری نماز باطل ہو جائے گی۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۱/۴۸۹)

اس پر مستزاد یہ کہ انہوں نے اہل السنت والجماعت دیوبند کو پمفلٹ و رسائل میں چیلنج دینا شروع کر دیا اور امام کی اقتدا میں فاتحہ نہ پڑھنے والوں کو جہنمی بھی لکھ دیا۔ ایسی عبارات "احسن الکلام" میں سخن ہائے گفتنی کے تحت دیکھی جا سکتی ہیں۔

جب ان کی چیلنج بازی اور فتویٰ سازی سے فضا مکدر ہوتی دکھائی دینے لگے تو مولانا صفدر رحمہ اللہ میدان میں آئے اور اپنے علمی جواہر پاروں کو "احسن الکلام" کی شکل میں امت کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ کتاب چھ سو صفحات پر مشتمل ہے اس میں قرآن، حدیث اور صحابہ کرام کے اقوال کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ مقتدی کا وظیفہ قراءۃ کرنا نہیں، اس کے ذمہ تو خاموش رہ کر امام کی قراءۃ کو سننا ہے۔

۲۸ مئی ۲۰۰۹ء کو مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں مصنف احسن الکلام مولانا صفدر علیہ الرحمۃ کی یاد میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا۔ اس میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دام ظلہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"میں اس قدر حیران ہوا کہ قراءۃ خلف الامام ایک مسئلہ ہے اور اس مسئلہ پر دو جلدوں میں احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام! تو حیرانی مجھے اس درجہ ہوئی کہ یہ ایک جزوی مسئلہ ہے، اس کے اوپر دو جلدوں میں کتاب! اس نے اپنی جانب کھینچا... اس کو جب پڑھنا شروع کیا اور پڑھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ قراءۃ فاتحہ خلف الامام تو ایک عنوان ہے، علوم کے دریا بہانے کا عنوان تھا۔ چھوٹا مسئلہ لیکن اس مسئلہ کی تحقیق اور تنقید میں کتنے اصولی مسائل، کتنے اصولی افادات اس کے اندر موجود تھے۔"

واقعی بات ایسے ہی ہے جو بھی اس کتاب "احسن الکلام" کو پڑھتا ہے تو وہ مصنف کی تحقیق اور حدیث و فنون کی کتابوں کے حوالوں کی بھرمار کو دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے۔ بندہ نے کئی برس پہلے اس کا مطالعہ کیا تو حوالوں

کی کثرت دیکھ کر اشتیاق ہوا کہ اس کتاب میں دیئے گئے مآخذ کتب کے حوالوں کو شمار کروں۔ شمار کرتے کرتے کتاب کے ایک ہی باب کے اختتام صفحہ ۲۳۳ تک پہنچا تو مآخذ کتب کی تعداد دو سو ہو چکی تھی۔ غفلت کی وجہ سے پوری کتاب کے مآخذ شمار نہ کر سکا۔ ان دو سو مآخذ میں سے تیس کتابیں غیر مقلدین کی ہیں۔

اختلافی مسائل پر لکھنے والے مصنف کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ وہ اپنی تائید میں مخالفین کے اقتباس بھی پیش کرے۔ منجملہ خوبیوں کے یہ خوبی بھی اس کتاب میں نمایاں ہے۔ اس کی تین مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) اہل السنت والجماعت احناف امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر پہلی دلیل قرآن کریم کی آیت پیش کرتے ہیں اذا قری ألقرآن فاستمعوا لہ و انصتوا لعلکم ترحمون، جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیت کا شانِ نزول نماز ہے۔ مصنف ''احسن الکلام'' لکھتے ہیں:

''لیجئے ہم مبارک پوری صاحب کے ہم مسلک اور ہم مشرب عالم سے یہ منوا دیتے ہیں ۔ مولانا عبد الصمد پشاوری غیر مقلد نقل کرتے ہیں کہ: والاصح کونھا فی الصلٰوۃ لما روی البیھقی عن الامام احمد قال اجمعوا علی انھا فی الصلوۃ، صحیح ترین بات یہ ہے کہ آیت واذا قرئ القرآن کا شان نماز ہی ہے جیسا کہ امام بیہقی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ اس آیت کے نماز کے بارے میں نازل ہونے پر اجماع واتفاق ہے۔''

(اعلام الاعلام فی قراءۃ خلف الامام صفحہ ۱۹۰...احسن الکلام:۱۶۸)

(۲) مسلم شریف میں حدیثِ نبوی ہے اذا قرأ فانصتوا، جب امام قراءۃ کرے تو خاموش رہو۔

(صحیح مسلم: ۱/۱۷۴)

غیر مقلدین نے مسلم شریف کی اس حدیث کو ضعیف کہا تو مصنف احسن الکلام نے اس کے منجملہ جوابات میں سے ایک جواب ان الفاظ میں دیا ہے:

''حافظ ابن حجر اور قاضی شوکانی لکھتے ہیں کہ وھو حدیث صحیح اخرجہ مسلم من حدیثِ ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (فتح الباری جلد ۲ ص ۱۹۲ و نیل الاوطار: ۲/۱۰۷)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت صحیح ہے اور امام مسلم نے اس کی تخریج کی ہے۔

(احسن الکلام:۲۶۲)

قاضی شوکانی ’’غیر مقلد‘‘ ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا مسلک فقہ شافعی ہے مگر زبیر علی زئی غیر مقلد نے انہیں ’’غیر مقلد‘‘ قرار دیا ہے۔ (اوکاڑوی کا تعاقب:۵۴)

یہ حدیث ’’اذا قرأ فانصتوا‘‘ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (سنن نسائی:۱/۱۰۷)

مصنف احسن الکلام اس حدیث کی تصحیح پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’نواب (صدیق حسن خان) صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ وھذا الحدیث مما ثبت عند اھل السنن و صححه جماعة من الائمة۔ (دلیل الطالب:۲۹۴)

یہ حدیث ارباب سنن کے نزدیک ثابت اور محقق ہو چکی ہے اور ائمہ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے۔‘‘

(احسن الکلام:۲۷۲)

(۳) مصنف احسن الکلام لکھتے ہیں:

’’نواب صدیق حسن خان صاحب (غیر مقلد) لکھتے ہیں کہ وزید بن ثابت گفتہ لا قراءۃ مع الامام شئی رواہ مسلم وعن جابر وھو قول علی وابن مسعود و کثیر من الصحابة۔

(ہدایۃ السائل صفحہ ۱۹۳، احسن الکلام صفحہ ۳۷۴)

نواب صاحب نے اس عبارت میں تسلیم کیا ہے کہ زید بن ثابت، جابر، علی، ابن مسعود اور صحابہ کرام کی کثیر تعداد کا قول ہے کہ امام کی اقتدا میں کسی قسم کی کوئی قراءۃ نہیں ہے۔

اعترافِ شکست

احسن الکلام کا شائع ہونا تھا کہ غیر مقلدین کے حلقہ میں کھلبلی سی مچ گئی، اس کا جواب لکھنے کے لیے غیر مقلدیت ’’رئیس المحدثین و قدوۃ السالکین‘‘ مولانا محمد گوندلوی آگے بڑھے مگر احسن الکلام کے ٹھوس دلائل کی تاب نہ لاتے ہوئے یہ لکھنے پہ مجبور ہو گئے کہ:

’’ہمارا تو یہ مسلک ہے کہ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ فروعی اختلافی ہونے کی بناء پر اجتہادی ہے پس جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری

اپنی تحقیق پر عمل کرے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔"

(خیر الکلام صفحہ ۳۳ مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالہ)

گوندلوی صاحب کی مذکورہ عبارت لفظ بہ لفظ ان کے مایہ ناز شاگرد مولانا ارشاد الحق اثری نے نقل کرکے مہر تصدیق ثبت کی ہے۔(توضیح الکلام صفحہ ۴۵ طبع جدید صفحہ ۷۳)

مناظر اہلِ سنت حافظ حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"احسن الکلام کے ٹھوس حوالہ جات پڑھ کر جب اثری صاحب کا دماغ چکرایا تو انہوں نے احسن الکلام کی حمایت میں لکھ دیا کہ فاتحہ خلف الامام ضروری نہیں بلکہ مقتدی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو مقتدی کی نماز باطل وکالعدم نہیں ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔"

(توضیح الکلام پر ایک نظر صفحہ ۹)

الحمد للہ یہ احسن الکلام کے وزنی دلائل کا نتیجہ ہے کہ غیر مقلدین کے مرکزی علماء نے امام کی اقتداء میں فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز کے باطل ہونے کا فتوی واپس لے کر شکست کو گلے لگالیا۔اس کے بعد غیر مقلدین اس قدر بوکھلا گئے کہ حنفیہ کی طرف سے اس مسئلہ پر "تدقیق الکلام" لکھی گئی،اسی طرح "خاتمۃ الکلام" بھی زیر بحث مسئلہ پر شائع ہوئی مگر میری معلومات کے مطابق غیر مقلدین نے نہ تو "تدقیق الکلام" کا جواب لکھا اور نہ ہی "خاتمۃ الکلام" کا۔غیر مقلدیت کو اس مسئلہ میں سرنگوں کرنے کا سہرا مصنف احسن الکلام کے سر پر ہے رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

راقم الحروف کا ایک مضمون "مصنف احسن الکلام رحمہ اللہ" المصطفیٰ بہاول پور، اشاعتِ خاص بیاد حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ میں شائع ہو چکا۔مزید تفصیل اس میں دیکھی جاسکتی ہے۔

الکلام المفید فی اثبات التقلید

پاک وہند کے غیر مقلدین نے ائمہ ہدیٰ کی تقلید کو نہ صرف ناجائز وبدعت کہا بلکہ اسے کفر تک قرار دے دیا۔ان کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

"اہلِ حدیث کی کتابیں رسالے اور فتوے دیکھیں جن میں تقلید کو نہ صرف بدعت بلکہ کفر قرار دیا ہے۔"(اہلِ حدیث امرتسر ۲۲/ محرم ۱۳۴۳ھ صفحہ ۱۰)

اس کا عکس ابن انیس حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کی کتاب ”تاریخ ختم نبوت صفحہ ۴۶۰“ پہ دیکھا جا سکتا ہے۔

تقلید کے خلاف ناروا فتاویٰ دینے والے غیر مقلدین کے جواب میں حضرت رحمہ اللہ نے یہ کتاب ”الکلام المفید“ تحریر فرمائی جو بڑی سائز کے ۳۴۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت فیوضہم اس کتاب کے تعارف میں لکھتے ہیں:

”مولانا کا اسلوب یہ ہے کہ وہ جو بات کہتے ہیں اس کی پشت پر مستند حوالوں کا ایک بڑا ذخیرہ ہوتا ہے اور ان کی کتاب کا ہر صفحہ اُن حوالوں سے سجا ہوا ہوتا ہے یہی اسلوب اس کتاب میں بھی پوری قوت کے ساتھ جلوہ گر ہے۔“

(الکلام المفید صفحہ: و)

حضرت شیخ صفدر صاحب نے مسئلہ تقلید کے مثبت و منفی پہلو پر قرآن وحدیث اور آثار کی روشنی میں بہت خوب صورت بحث کی ہے۔ اس کتاب کی نمایاں خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اہلِ سنت کے موقف کا اثبات اور مخالفین کی تردید خود غیر مقلدین کی کتابوں سے کی گئی ہے جس کی وجہ سے غیر مقلدیت دفاع سے عاجز رہی۔ الکلام المفید میں غیر مقلدین سے جو اقتباسات نقل کئے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

تقلید کا جواز

غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:

”دس مسئلہ کی دلیل مثلاً جانتا ہے (تو) اور مسائل میں مقلد ہے تو یہ عجیب بات نہیں۔ درست اور حق ہے اس لئے کہ تجزی اجتہاد میں جائز بنا بر قول حق کے جیسا کہ مولانا عبد العلی وغیرہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔“

(معیار الحق صفحہ ۷۳، الکلام المفید صفحہ ۴۳)

اس عبارت میں تقلید کے جواز کو حق کہا ہے اس لیے آج اگر کوئی تقلید کا انکار کرے گا تو وہ بقول میاں صاحب حق سے اعراض کرنے والا ہو گا۔

میاں صاحب نے تقلید و اجتہاد دونوں کو جائز کہا ہے تو غیر مقلدین سے ہمارا سوال ہے کہ وہ دس مسائل ایسے پیش کریں جن میں انہوں نے خالصتاً اجتہاد کیا اور کم از کم دس مسائل ایسے بھی بتائیں جن میں نری تقلید کی ہو۔

ائمہ کرام سے تقلید کا ثبوت

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد لکھتے ہیں:

"قال الشافعی فی مواضع من الحجج قلته تقلیدا لعطاء۔ (الجنۃ صفحہ ۶۸)

امام شافعی نے بہت سے مقامات میں کہا ہے کہ میں نے حضرت عطاء کی تقلید میں یہ کہا ہے۔"

(الکلام المفید صفحہ ۴۱)

یہ عبارت غیر مقلدین کے بہت سے غلط دعووں کی دھجیاں فضائے بسیط میں بکھیرتی ہے مثلا:

(۱) غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تقلید جہالت ہے اور مقلد جاہل ہوتا ہے۔ کیا وہ امام شافعی رحمہ اللہ کو بھی جاہل کہیں گے؟ جنہوں سے حضرت عطاء رحمہ اللہ کی تقلید کی۔

(۲) غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تقلید چوتھی صدی میں پیدا ہوئی۔ مگر حضرت عطاء رحمہ اللہ کی تقلید کرنے والے امام شافعی رحمہ اللہ چوتھی صدی سے پہلے کے بزرگ ہیں۔

(۳) غیر مقلدین یہ بھی راگ الاپتے ہیں کہ محدثین تقلید نہ کرتے تھے لیکن امام شافعی رحمہ اللہ محدث بھی تھے اور تقلید بھی کر لیا کرتے تھے۔

(۴) غیر مقلدین یہ بھی لکھتے ہیں کہ آج تک کسی ایک مستند عالم نے یہ نہیں کہا کہ میں مقلد ہوں۔ (دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۴۶، تصنیف: حافظ زبیر علی زئی)

لیکن نواب صاحب نے امام شافعی رحمہ اللہ کا اقرار نقل کر دیا ہے کہ وہ خود فرما رہے ہیں کہ میں نے تقلید کی ہے۔

اور بھی بہت سے علماء ہیں جنہوں نے اپنے مقلد ہونے کا برملا اعتراف کیا۔ اس کی تفصیل اور باحوالہ بحث بندہ کی کتاب "زبیر علی زئی کا تعاقب" میں دیکھی جاسکتی ہے۔

(۵) غیر مقلدین لوگوں کو دھوکہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ائمہ اربعہ نے تقلید سے روکا ہے مگر نواب صاحب کے نقل کردہ مقولہ سے ثابت ہورہا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے خود تقلید کی ہے جو ائمہ اربعہ میں ایک مسلّم امام ہیں ۔نواب صاحب نے تو یہاں تک معاملہ صاف کر دیا کہ:

"فلا تجد احدا من الائمة الا وهو مقلد من هو اعلم منه في بعض الاحكام۔(الجنة صفحہ ۶۸) تم حضرات ائمہ کرام میں سے کسی ایک کو بھی نہیں پاسکتے کہ وہ بعض مسائل میں اپنے سے کسی بڑے عالم کی تقلید نہ کرتا ہو۔"

(الکلام المفید صفحہ ۴۴)

چوتھی صدی سے پہلے تقلید

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اهل مصر كانوا مالكية فلما قدم الشافعي مصر تحولوا الشافعية۔

(الجنۃ صفحہ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ صفحہ ۴۵)

اہل مصر پہلے حضرت امام مالک کے مقلد تھے اور پھر جب حضرت امام شافعی مصر گئے تو وہ لوگ شافعی المذہب ہو گئے۔

اگر چوتھی صدی سے قبل تقلید رائج نہ تھی تو مصر میں یہ مالکی کہاں سے پیدا ہو گئے تھے؟ اور پھر حضرت امام شافعی کے مصر تشریف لے جانے کے بعد یہ لوگ شافعی کیسے بن گئے تھے؟ اور حیرت ہے کہ بات بھی صرف ایک دو افراد کی نہیں ہو رہی بلکہ عام اہلِ مصر کی ہو رہی ہے فریق ثانی کو کچھ تو غور و انصاف کرنا چاہیے کہ وہ کیا کہتا ہے۔

جہاں میں عام ہے میرے اَلَم کی داستان لیکن
وہ مجھ سے سن نہیں سکتے، میں ان سے کہہ نہیں سکتا"

(الکلام المفید صفحہ ۱۰۶)

۲۲۸ھ میں جب خلیفہ واثق باللہ العباسی نے سد سکندری کا حال دریافت کرنے کے لئے کچھ لوگ بھیجے تو انہوں نے وہاں کے لوگوں کو حنفی المذہب پایا چنانچہ نواب صدیق حسن خان

بحوالہ مسالک الممالک لکھتے ہیں: محفاظان سد کہ دراں جابودند ہمہ دین اسلام داشتند و مذہب حنفی و زبان عربی و فارسی میگفتید اما از سلطنت عباسیہ بے خبر بودند۔ سد سکندری کے محافظ (باشندے) بھی مسلمان اور حنفی المذہب تھے اور عربی و فارسی زبان بولتے تھے مگر سلطنت عباسیہ سے بے خبر تھے۔"(ریاض المرتاض صفحہ ۳۱۶)

اگر چوتھی صدی سے قبل تقلید شخصی کا وجود نہ تھا تو شمالی علاقہ میں سد سکندری کے پاس بسنے والے یہ حنفی المسلک کہاں سے آ گئے تھے؟ اور بڑی حیرانی کی بات ہے کہ اس دَور میں تمام اسلامی علاقوں میں ایک ہی خلیفہ ہوتا تھا جو اِس وقت عباسی تھا اور سد سکندری کے پاس رہنے والے لوگ اسلام اور مذہب حنفی کے تو دلدادہ تھے لیکن سلطنت عباسیہ سے شناسا نہ تھے۔ قارئین کرام! خود فیصلہ کریں کہ چوتھی صدی سے قبل تقلید تھی یا نہ؟ اور یہ غلط رائے قائم کرنے میں قصور کس کا ہے؟ ۔

شکوے ہمارے سارے غلط بھی سہی مگر
لو تم ہی اَب بتاؤ کس کا قصور تھا

نواب صاحب انصاف کے حوالہ سے رقم طراز ہیں:

"نشأ ابن شریح فاسس قواعد التقلید (الی ان قال) ولذلك یعد من المجددین علی راس الماتین۔ امام ابن شریح نے ہمت کی اور قواعد تقلید کی بنیاد رکھی (پھر فرمایا کہ) اسی لئے وہ دوسری صدی کے مجددین میں شمار ہوتے ہیں۔(الجنۃ صفحہ ۳۹)

اگر چوتھی صدی سے پہلے تقلید نہ تھی تو دوسری صدی کے مجدد کو قواعد اور ضوابط تقلید مرتب کرنے کیا مصیبت پڑی تھی۔"

(الکلام المفید صفحہ ۱۰۷)

تقلید کارِ ثواب ہے

غیر مقلدین کے مجدد نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

"اما تقلید من جهده فی اتباع ما انزل الله تعالی وخفی علیه بعضه فقلد فیه من

هو اعلم منه فهذا محمود غیرمذموم وماجور غیرمازور کماسیاتی بیانه عند ذکر التقلید الواجب و السائغ ان شاء اللّٰه تعالی۔ (الدین الخالص صفحہ ۵۱۵)

بہر حال جو شخص استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کی اطاعت کرتا ہے اس میں اگر بعض چیزیں اس پر مخفی رہ جائیں اور ان میں وہ اپنے سے زیادہ علم اور سمجھ والے کی تقلید کرے تو اس کا ایسا کرنا پسندیدہ امر ہے، مذموم نہیں۔ اور اس میں اس کو ثواب ملے گا، اس پر گناہ کچھ نہ ہو گا جیسا کہ تقلید واجب اور جائز کے ذِکر میں آئندہ اس کا بیان آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔"

(الکلام المفید صفحہ ۱۸۱)

غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے علامہ تاج الدین عثمانی کی کتاب "جامع الفواد" کے حوالہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھا (ترجمہ میاں صاحب کا ہے):

"جو کوئی مجتہد کے قول پر عمل کرے گا تو وہ دونوں جہاں میں ثواب پاوے گا جب تک حدیث صحیح متصل السند نہ پاوے اور جب حدیث پاوے تو اس پر عمل کرے۔"

(معیار الحق صفحہ ۶۹، الکلام المفید صفحہ ۴۱۲)

جب غیر مقلدین کے مرکزی علماء نے تقلید کو ثواب کی چیز بتلایا ہے تو اسے بدعت، شرک اور کفر قرار دینا سینہ زوری ہے اور اس سے روکنا ثواب سے محروم کرنا ہے اور جو کارِ ثواب سے روکے اس کی حیثیت کیا ہے؟ غیر مقلدین اس پر ذرا غور فرمالیں۔

محترم عادل زمان فاروقی صاحب حفظہ اللہ فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی

صحت سند صحت عمل کی دلیل نہیں

اللہ رب العزت نے انسانیت کی رہنمائی کے لیے وحی کا نورانی سلسلہ شروع فرمایا۔ اس وحی مبارکہ کو سمجھانے کے لیے حضرات انبیاء کرام السلام کا مقدس سلسلہ شروع فرمایا۔ اللہ تعالی نے حضرت محمد ﷺ کو قرآن وحدیث وحی کی صورت میں عطا فرمایا قرآن وحدیث منزل من السماء ہے۔ قرآن بھی وحی ہے، حدیث بھی وحی ہے قرآن بھی اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور حدیث بھی اللہ تعالی کی طرف سے ہے قرآن وحی متلو ہے اور حدیث وحی غیر متلو ہے۔ وحی متلووہ جس کی بطور قرآت قرآت کی جائے وحی غیر متلووہ جس کی بطور قرآت قرآت نہ کی جائے - قرآن میں الفاظ و معنی مراد اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور حدیث میں الفاظ حضرت محمد ﷺ کی طرف سے ہیں معنی و مراد اللہ تعالی کی طرف سے ہیں قرآن جس معاشرے میں نازل ہوا وہ تمام اہل عرب تھے قرآن بھی عربی زبان میں ہے اللہ جل مجدہ نے قرف قرآن کریم کو نازل نہیں کیا بلکہ سمجھانے کے لیے امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا- حضور ﷺ نے احادیث کی صورت میں قرآن کریم کی تشریح فرمائی حضور ﷺ نے قرآن وحدیث حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حوالے کیا انہوں نے تابعین تبع تابعین کے حوالہ کیا۔

امت مسلمہ کے مفسرین، محدثین، مجتہدین، متکلمین، نے قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لیے اور عمل کرنے کے لیے اصول وضوابط کو مرتب کیا تاکہ ان اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے ان کی روشنی میں قرآن و سنت پر عمل کیا جاسکے۔ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ ہر فن میں ماہرین فن کی رائے کا اعتبار ہے دوسرے کسی فن والے کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں مثلاً میڈیکل میں ڈاکٹر کی رائے کا اعتبار ہوگا اب ایک آدمی کہے کہ میں نے بھی تعلیم حاصل کی ہے مجھے بھی انگریزی آتی ہے دوائی پر نام لکھا ہوتا ہے میں خود پڑھ کر دوائی استعمال کر سکتا ہوں اور لوگوں کا علاج کر سکتا ہوں اگر یہ آدمی کلینک کھول کر بیٹھ جائے تو لوگوں کو صحت ملے یا نہ ملے قبر کی طرف سفر جلدی کروائے گا کیونکہ یہ ماہر نہیں ہے لوگوں کو جانی مالی نقصان سے دوچار کرے گا اسی طرح انجینئرنگ کے مسئلے

میں انجینئر کی، زراعت کے مسئلہ میں ماہرین زراعت کی، گرائمر میں ماہرین صرف و نحو کی، لغت میں ماہرین لغت کی، اور احادیث کی صحت و ضعف میں ماہرین حدیث کی رائے معتبر ہو گی۔ پھر ماہرین حدیث کی دو قسمیں ہیں!

(۱) محدثین

(۲) مجتہدین

محدثین کی تحقیق کا دائرہ کار:

محدثین کی تحقیق کا دائرہ کار حدیث کی اسناد تک محدود ہے سند کا درجہ متعین کرتے ہیں موضوع ہے یا غیر موضوع صحیح ہے یا غیر صحیح پھر غیر صحیح ہو کر حسن ہے یا ضعیف صحت اور ضعف کس درجہ کا ہے۔

مجتہدین کی تحقیق کا دائرہ کار:

مجتہدین کی تحقیق کا دائرہ کار اس سے وسیع تر ہے وہ پانچ امور میں تحقیق کرتے ہیں۔

(۱) ثبوت و عدم ثبوت یعنی موضوع یا غیر موضوع۔

(۲) احادیث کے معانی کی تشریح و توضیح۔

(۳) حدیث معمول بہ ہے یا غیر معمول بہ، درجہ عمل میں متروک ہے یا غیر متروک۔

(۴) حدیث سے ثابت شدہ حکم کی شرعی حیثیت کا تعین یعنی وہ فرض ہے یا واجب سنت ہے یا مستحب مباح ہے یا مکروہ مکروہ تنزیہی ہے یا مکروہ تحریمی یا حرام۔

(۵) حدیث سے متعارض دوسری احادیث کے تعارض و تضاد کو دور کرنا (بارہ مسائل، صفحہ 16،17)

یہ تو نہیں کہ ایک آدمی دن کو سموسے بیچتا ہے مزدوری کرتا ہے روڈ چھاپ ہے ڈاکٹر ہے انجینئر ہے پروفیسر ہے وغیرہ۔ تحقیق احادیث کے بارے میں کرتا ہے احادیث کے بارے اپنی رائے دیتا ہے اپنے کام کو چھوڑ کر محدثین و فقہا کا جو کام تھا اس میں اپنے اٹکل پچو کرتے ہیں احادیث مبارکہ کو تختہ مشق بنایا ہوا ہے ان کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ جس طرح میڈیکل کے شعبہ میں انجینئر اور انجینئرنگ کے شعبہ میں ڈاکٹر کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں کیوں اس لیے کہ یہ ماہر فن نہیں ہے اسی طرح مفسرین کی محدثین کی فقہا کی متکلمین کی اپنے فن میں رائے معتبر ہے وہ الگ بات ہے کہ ایک آدمی ان تمام میں ماہر ہے تو اس کی بات کا وزن ہو گا اور یہ بھی ہوتا ہے ایک آدمی محدث ہوتا ہے اس درجہ کا فقہی نہیں ہوتا اسی پر آپ ہر فن کو قیاس کرسکتے ہیں۔

آمدم بر سر مطلب یہ ہے کہ اصول سے نابلد لوگوں میں یہ بات زبان زد عام ہے کہ یہ عمل کرنا چاہیے کیوں کیا بات ہے آگے سے کہتا ہے صحیح حدیث میں ہے اس پر عمل کرنا چاہیے اب یہ آدمی اصول سے ناواقف ہے اس کے متعلق اس کا علم ناقص ہے اپنی ناقص معلومات کی بنیاد پر اس بات کی آگے تشہیر کرتا ہے اس کے سامنے تمام اصول ہوتے نہیں ہے بس جہاں بھی دیکھ لیا کہ یہ حدیث صحیح ہے اس پر خود بھی عمل شروع کر دیتا ہے اور آگے بھی اس کو بے ڈھڑک نقل کر دیتا ہے اس بات کا خیال نہیں کرتا کہ اس صحیح حدیث کے بارے میں اصول کیا ہے۔ امت مسلمہ کے فقہاو محدثین نے کیا اصول مرتب کیے ہیں کسی حدیث کا صحیح ہونا الگ بات ہے، عمل کے اعتبار سے صحیح ہونا یہ الگ بات ہے۔ جس طرح ایک مسئلے پر قرآن کریم کی متعدد آیات مبارکہ کا نزول ہوتا ہے اب تلاوت ان تمام آیات مبارکہ کی کرنی ہے عمل کس پر کریں گے وہ آخری آیت مبارکہ پر کرنا ہے۔

متکلم اسلام استاذی المکرم حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب اس کی مثال قرآن کریم سے دیتے ہیں فرماتے ہیں کہ

شراب کے متعلق تین آیتیں نازل ہوئیں۔

(پہلی آیت مبارکہ) یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس واثمهما اکبر من نفعهما (سورۃ البقرہ:219) ترجمہ: آپ سے شراب کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے: شراب میں فائدہ بھی ہے نقصان بھی ہے لیکن نقصان اس کا نفع سے زیاہ ہے- اب اس آیت مبارکہ میں حرام نہیں فرمایا صرف یہ فرمایا کہ شراب نقصان دہ چیز ہے۔

(دوسری آیت مباکہ) یاَیها الذین آمنوا لا تقربوا الصلاۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون (سورۃ النسا:43) ترجمہ: اے ایمان والو نشے کی حالت میں ہو تو نماز نہ پڑھا کرو نشہ اتر جائے تو نماز پڑھا کرو شراب کو حرام اب بھی نہیں فرمایا صرف یہ فرمایا کہ شراب نشہ آور چیز ہے۔

(تیسری آیت مبارکہ) یاَیها الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (سورۃ المائدہ:90) ترجمہ: اے ایمان والو بے شک شراب جوا بت پانسے شیطان کے عمل میں سے ہے اس سے اجتناب کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اب

جا کے شراب حرام ہوئی ہے اس کے بعد ذرہ برابر بھی شراب استعمال نہیں کی جاسکتی۔ مسئلہ شراب پر تین قسم کی آیتیں ہیں لیکن آخری یہ ہے۔

دوسری مثال صحیح بخاری سے دیتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک باب قائم کیا ہے -باب مایذ کرفی الفخذ" پہلے "الفخذ عودۃ" نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ران ستر ہے۔

پھر دوسری حدیث لائے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ کے ساتھ سفر کیا اس میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے گھٹنے سے میرا گھٹنا ملا تو نبی کریم ﷺ کا جو تہبند مبارک تھا وہ تھوڑا اترا تو ران مبارک کو دیکھتا رہا۔ اب بتاؤ ادھر حضور ﷺ ستر فرما رہے ہیں ادھر ستر دیکھا رہے ہیں۔ اب اگر ستر ہے تو دیکھا یا کیوں اگر دیکھا یا تو ستر کیوں ایسی صورت میں فقہا لوگوں کو گمراہی سے بچاتے ہیں فقیہ یہ نہیں کہتا کہ ہم دونوں کو نہیں مانتے وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس میں حدیث پہلی کون سی ہے بعد کی کون سی ہے احتیاط کس میں ہے کس میں احتیاط نہیں ہے۔ خود امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حدیث انس اسند "حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ نبی ﷺ کی ران کو دیکھا تھا اس حدیث کی سند بہت مضبوط ہے- لیکن دوسری میں فرمایا: حدیث جرھد احوط" سند اس کی مضبوط ہے عمل کرنا اس پہ۔ ٹھیک ہے یہ امام بخاری رحمہ اللہ کا خود کا فیصلہ ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ اس مسئلے پر قرآن موجود ہے اس مسئلے پر حدیث موجود ہے- اس سے ہم لوگ تو جلدی متاثر ہوتے ہیں کہ فلاں مسئلہ حدیث میں ہے فلاں مسئلہ قرآن میں ہے اس سے متاثر نہ ہوا کریں جب بندہ کہے فلاں مسئلہ حدیث میں ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ اس حدیث کے مدمقابل کوئی اور حدیث ہے یا نہیں یہ بھی دیکھنا چاہیے پھر یہ دونوں میں سے پہلے دور کی کون سی ہے اور بعد کے کون سی ہے عمل تو تب ہو گا ہم اسی سے پریشان ہو جاتے ہیں اب پورا مسئلہ چونکہ علم میں نہیں ہوتا ہم صرف بخاری کی حدیث دیکھتے ہیں اور اس پر کہتے ہیں بخاری نے کہا ہے۔ اب اگر کوئی بندہ کہہ دے کہ قرآن میں ہے شراب پی لو جب نشہ اتر جائے تو نماز پڑھ لو قرآن میں ہے تو کیا شروع کر دیں گے نہیں کریں گے۔ صحیح بخاری میں حدیث کا ہونا اس بات کی

دلیل نہیں ہے کہ اس پر عمل کرنا بھی ضروی ہے بعض اوقات سند صحیح ہوتی ہے عمل کرنا صحیح نہیں ہوتا۔

(دروس القرآن، ج،2، ص،38،37،36،35)

شرح نخبہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح لذاتہ حدیث کی تعریف کرتے ہیں فرماتے ہیں خبر الاحاد بنقل عدل تام الضبط متصل السند غیر معلل ولا شاذ هو الصحیح لذاته (شرح نخبۃ الفکر، ص45): خبر آحاد جب ایسے راوی کی نقل کے ساتھ آئے جو روایت میں عادل اور کامل الضبط ہو اس حال میں کہ اس خبر کی سند متصل ہو اور نہ اس سند میں علل قادحہ ہوں نہ شذوذ ہوں- یہ شرائط حدیث صحیح کے لیے ہیں۔

صاحب منار رحمہ اللہ نے خبر واحد کے حجت ہونے کے لیے چار ایسی چیزیں ہیں جن کا راوی میں ہونا ضروری ہیں اور چار چیزیں ایسی ہیں جن کا روایت میں پایا جانا ضروری ہے فرماتے ہیں: انما جعل الخبر حجة بشرائط فی الراوی هی اربعة العقل والضبط والعدالة والاسلام، یہاں سے بیان فرماتے ہیں فرماتے ہیں کہ راوی میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے -(1) راوی عاقل ہو (2) کامل الضبط ہو (3) راوی عادل ہو (4) راوی مسلمان ہو چار چیزیں روایت کے لیے ضروری ہیں-(1) کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو (2) سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو (3) عموم بلوی کے مخالف نہ ہو (4) خیر القرون کے متعلق نہ ہو آٹھ شراط ہونگی تو وہ روایت حجت بنے گی ورنہ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا یہ جو دعوی لوگوں کا ہے کہ صحیح حدیث میں یہ بات آئی ہے اس پر عمل کیا جائے صرف اس بات پر اکتفا نہیں کیا جائے گا بلکہ اصول وشرائط کا لحاظ کیا جائے گا اور ماہر فن کی طرف رجوع کیا جائے گا اور حدیث پر عمل کرنے میں مجتہدین فقہا کی رائے کا اعتبار ہو گا جن حدیثوں کو معمول بہ قرار دیا ان پر عمل کیا جائے گا جن احادیث مبارکہ کو غیر معمول بہ قرار دیا ہے ان پر عمل نہیں کیا جائے گا-اگر ہم ان اصولوں کی روشنی میں احادیث مبارک پر عمل کریں گے تو جہالت پر مبنی گمراہ کن فتنوں سے محفوظ رہیں گے اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں ماہرین فن پر اعتماد کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مولانا بشیر الرحمن سلفی غیر مقلد　　　　انتخاب: مفتی رب نواز حفظہ اللہ

فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا

[عام غیر مقلدین پنج وقتی فرضوں کے بعد اجتماعی دعا کے قائل نہیں بلکہ ان کے متعدد افراد نے اسے بدعت بھی کہہ دیا۔ جب کہ کئی غیر مقلدین اس عمل کو نہ صرف جائز کہتے ہیں بلکہ اسے حدیث کا مسئلہ بتا کر دوسروں کو بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ بندہ کو ایک چند ورقی کتابچہ کی پی ڈی ایف فائل کا مطالعہ کرنا کے موقع ملا جس کے ٹائٹل پہ ’’فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ‘‘المرتب بشیر الرحمن سلفی فاضل السنۃ الاشرقیہ، ناشر الادارۃ العثمانیۃ چاندنی چوک ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ ‘‘لکھا ہوا ہے۔ قارئین کی خدمت میں یہ مضمون لفظ بہ لفظ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس میں قوسین کے الفاظ بھی کتابچہ ہی کے ہیں۔ (رب نواز)]

بشیر الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

’’فتنہ کے اس عظیم دَور میں جہاں بے شمار مادی فتنے جنم لے رہے ہیں۔ وہاں مذہبی فتنوں اور نئے نئے شرعی فتووں نے اسلام کو بازیچۂ اطفال اور امت مسلمہ کو تختۂ مشق اختلاف بنا کر رکھ دیا ہے۔ خالق کائنات سے انسان کے رشتہ و تعلقات میں رخنہ اندازی کے لیے جہاں شرک و بدعت کے قدیم و جدید مظاہرے نظر آ رہے ہیں۔ وہاں خدائے رحیم و کریم سے دُور کرنے، مقصدِ عبادت اور ثمر نماز سے محروم کرنے کے لیے، نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے سے قولاً و عملاً روکا جا رہا ہے۔ حالاں کہ نبی رحمت علیہ السلام نے فرض نماز کے بعد دُعا کو عبادت کا مغز اور نہایت قابلِ قبول قرار دیا ہے۔ گویا جو نماز کے بعد دعا نہیں کرتا وہ روحِ نماز سے محروم رہ جاتا ہے۔ احادیث مصطفی علیہ السلام ملاحظہ ہوں۔

☆عن الاسود بن عامر عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما اسلم انحرف و رفع یدیہ و دعا

ترجمہ: حضرت عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ علیہ السلام کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی تو آپ ؐ نے سلام کے بعد مقتدیوں کی طرف رخِ انور کیا اور ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی۔ فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۰۷، فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۶۶ مصنف ابن ابی شیبہ۔ حل سوالات مشکلہ للنواب صدیق حسن خان البلاغ المبین ص ۲۶۵

☆عن ابی هریرة رضی اللّٰہ عنه ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم رفع یدیه بعد ما سلم الخ ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ امام الانبیاء علیہ السلام نے سلام کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۴۲۔ تفسیر ابن جریر سورۃ النساء زیر آیت نمبر: ۹۷ ابن ابی حاتم۔ تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۴۵

☆عن عبد اللّٰہ بن الزبیر انه رای رجلا رافعا یدیه قبل ان یفرغ من صلوته فلما فرغ منها قال ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لم یکن یرفع یدیه حتی یفرغ من صلوته۔ (رجاله ثقات) ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے فراغتِ نماز سے پہلے ہی (دعا کے لیے) ہاتھ اُٹا دیئے ہیں جب فارغ ہوا تو صحابیؓ رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول مقبولؐ تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ اُٹھایا کرتے تھے۔ (یہ حدیث صحیح اور قابل عمل ہے) تحفۃ الاحوذی ض ۱ ۲۴۵، مجمع الزوائد۔ معجم الطبرانی بحوالہ مذکور۔ فتاویٰ ثنائیہ (شرفیہ) ج ۱ ص ۵۰۱)

☆عن الفضل ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الصلوة مثنی مثنی و تخشع و تضرع و تمسکن ثم تقنع بیدك یقول ترفعهما الی ربك ومن لم یفعل ذالك فهو خداج ترجمہ: فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ فرمان مصطفی ہے کہ بنیادی نماز دو دو رکعت خشوع و خضوع اور عجز و مسکینی نیز بعد از نماز ہاتھ اُٹھا کر اپنے رب سے التجاء و دعا ہے... جو شخص اس طرح نماز ادا نہیں کرے گا۔ اس کی نماز کی بے کار ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ترمذی شریف ج ۱ ص ۵۱۔ ترمذی مع التحفة ج اول ص ۲۹۸، ۲۴۶۔ البلاغ المبین ص ۲۶۵۔ فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۲۰۳

محدثین کرام کا عمل: مذکورہ بالا احادیث سے نمازوں کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا معمولات نبوی، سنت مصطفی اور طریقہ رسول معظم علیہ السلام صاف صاف نظر آرہا ہے۔ انکار کی گنجائش باقی نہیں ہے۔ اسی بناپ محدث اعظم شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی۔ مناظر اسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ شارح ترمذی حضرت مولانا عبید الرحمن محدث مبارک پوری۔ شارح مشکوۃ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب محدث مبارک پوری اور دیگر بے شمار علماء اسلام نے نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا معمولِ حیات بنائے رکھا اور ان احادیث کو حجت قرار دیا۔ آج جو لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں وہ نادان، بے علم اور جاہل ہیں۔

سنت نبوی پر عمل ضروری: نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا نبی اکرم علیہ السلام سے ثابت ہو جانے کے بعد امام ہو یا مقتدی سب نمازیوں کو اسی طرح دعا کر کے اُٹھنا چاہیے۔ ہمارے لئے نبی محترم علیہ السلام کی سنت ہی قابل عمل ہے۔ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا احادیث میں بیان نہیں ہوا تو آپ کی سنت معلوم ہونے کے بعد صحابہؓ کا طرز عمل معلوم کرنے کی ہمیں ضرورت بھی نہیں۔ تاہم ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ صحابہؓ کرام بھی سنت نبوی (اجتماعی) پر لازما عمل پیرا ہوتے ہوں گے۔ تحریر میں نہیں آیا تو کیا ہوا۔ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے یا چھوڑ دینے کی وضاحت بھی تو احادیث میں بیان نہیں ہوئی۔ اگر وہاں عمل امت کی روشنی میں ہم ہاتھ چھوڑ دیتے ہیں تو مذکورہ بالا اجتماعی دعا میں بھی امت کا عمل صحابہ کرامؓ کے عمل ہی کا عکس انہی کی سنت کا آئینہ دار اور ان ہی کا یہ طریقہ مسلوکہ ہے۔ تمام اقطارِ عالم میں اجتماعی دعا کا یہ عمل اجماع امت کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ وباللہ التوفیق"

اس آخری صفحہ کے حاشیہ میں لکھا ہے:

"نوٹ: تفصیل کے لیے ہماری کتاب (مخ العبادۃ یعنی آداب واوقاتِ دعا) دیکھئے۔ عنقریب منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہی ہے۔ (المرتب)"

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

بد عقیدہ مدرس اور طالبعلم کو مدرسہ میں داخلہ نہ دیا جائے

دیکھئے! دیوبند اب صرف ہندوستان کے ایک قصبے کا نام نہیں بلکہ دیوبند اس وقت قرآن وسنت پر مبنی ایک نظریہ بن چکا ہے۔ لہٰذا ارباب مدارس صرف دیوبندی فکر طالبعلم اور مدرس کو اپنے مدرسے میں داخلہ دے۔ یہ بات چڑھتے سورج کی طرح واضح ہے کہ مدارس میں صرف معلومات نہیں دیجاتی بلکہ یہاں پر طالبعلم کو قرآن و سنت کے مطابق نظریہ اور عقیدہ بھی سیکھایا جاتا ہے جس مدرسے میں طالبعلم کو نظریہ وعقیدہ نہیں پڑھایا جاتا انکو درحقیقت مدرسے کہا ہی نہیں جاتا۔

بد قسمتی سے ہمارے ہاں بعض مدارس میں اس حوالے سے غفلت برتی جارہی ہے۔ مثلا کچھ عرصہ پہلے ایک مدرسے میں ایک مماتی مولوی کو تفسیر پڑھاتے ہوئے دیکھا جب پوچھا گیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے تو جوابا کہا گیا کہ جی مماتی حضرات تفسیر پڑھانے میں بہت ماہر ہے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اگر واقعی بات یوں ہی ہے تو پھر حدیث پڑھانے کیلئے کسی غیر مقلد شیخ کو بلایا جائے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتے ہیں حدیث ان سے پڑھوایا جائے۔۔۔ قرآن پڑھانے کیلئے کسی منکر حدیث کو بلایا جائے کیونکہ یہ حضرات اپنے آپ کو اہل القرآن کہہ کر قرآن پڑھانے میں ماہر فن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تصوف کا درس دلوانے کیلئے کسی بریلوی یا سیفی کو بلایا جائے کیونکہ یہ حضرات حقیقی تصوف کے دعویدار ہیں۔

خدارا تعداد بڑھانے کی خاطر مکس اچار نہ بنائیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ہی مدارس سے سینکڑوں سیفی، مماتی اور مودودی فکر فارغ ہوتے رہتے ہیں۔ بلکہ بعض دیوبندی مدراس میں یہی لوگ پڑھاتے بھی ہیں ظاہر ہے اسکی اثرات طلباء کرام کے عقائد و نظریات پر بھی پڑتا ہے۔ مماتی، سیفی اور مودودی حضرت کے اپنے اپنے مدارس ہیں انکو وہاں پہ بھیج دے تاکہ وہی پہ یہ لوگ پڑھے اور پڑھائیں۔

ہمارے ہاں آج کل مدرس کو مدرسے میں داخلہ دلوانے کیلئے بہتر یہ ہے کہ ان سے المہند والمفند، اسی طرح امام اہل السنت شیخ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ، کی کتب پر دستخط لی جائے۔ تاکہ پتہ چلے کہ پڑھانے والا کس نظریے کا حامل ہے۔ دیگر فرقوں سے تعلق رکھنے والے نہ تو کسی مدرس کو اپنے مدرسے میں

لگائے اور نہ ہی ان سے تعلق رکھنے والے کسی طالبعلم کو داخلہ دلوایا جائے کیونکہ بدعقیدہ مدرس کے پڑھانے سے طلباء کرام کی نظریات بھی آہستہ آہستہ خراب ہوتے جائینگے۔ اور بدعقیدہ طالبعلم بجائے اسباق پڑھنے کے آہستہ آہستہ اپنے تنظیم کی غلط نظریات کی تبلیغ طلباء میں پھیلانے کی کوشش کرتا رہتا ہے جس سے ایک تو مدرسے میں بعض اوقات اختلافات اور لڑائیوں کی فضاء بنتی ہے اور دوسرا یہ کہ ان کی تبلیغ سے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دیگر طلباء کرام کی نظریات وعقائد قرآن وسنت سے ہٹتے جائیں گے۔ جو کہ معمولی نقصان نہیں بلکہ بہت ہی بڑا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابو الجراح مفتی محمد صابر سلطان صاحب تلمیذ رشید علامہ عبد الغفار ذھبی صاحب رحمہ اللہ (قسط:۱)

غیر مقلدین اپنی اصولوں کی روشنی میں تحریف قرآن کے مرتکب ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۔ وقال اللہ تبارك وتعالیٰ مِنَ الَّذِيۡنَ هَادُوۡا يُحَرِّفُوۡنَ الۡكَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ۔ (سورۃ النساء آیت 46) ترجمہ: یہودیوں میں بعض ایسے ہیں جو الفاظ کو ان کے محل سے پھیر دیتے ہیں۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن انس، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال: والذی نفسی بیدہ، لا یؤمن عبد، حتی یحب لجارہ، او قال لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سے روایت ہے کہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے پڑوسی کے لئے یا (فرمایا) اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

غیر مقلدین کی بد قسمتی سمجھیں یا بد عنوانی کہ انہوں نے دعویٰ عمل بالحدیث کا کیا ہوا ہے مگر غور سے دیکھیں تو ان کے عمل اور حدیث کے درمیان میلوں کے فاصلے نظر اتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کا فرمان آپ نے پڑھا کہ بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیئے کرتا ہے جبکہ عمل بالحدیث کے یہ دعویدار "ویل للمطففین" کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔ ان کے لینے کے باٹ اور ہیں دینے کے اور ہیں۔ ایک اصول کو بنیاد بنا کر دوسروں پر لال پیلے ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب خود اسی اصول کا نشانہ بن رہے ہوں تو "مجرمانہ خاموشی" اختیار کر لیتے ہیں۔ یہی تو وجہ ہے کہ ان پر اب ذلت چھائی ہوئی ہے۔ میری اس بات کی تائید خود غیر مقلدین کے پیشوا جناب پروفیسر عبد اللہ بہاولپوری صاحب کی اس عبارت سے ہوتی ہے۔ چنانچہ پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ؛

"ہماری یہ ذلت ورسوائی ہماری دوعملی اور منافقانہ کردار کی وجہ سے ہے۔"

(خطبات بہاولپوری ص569)

ان لوگوں کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو آپ کو جابجا کتب کے شروع والے صفحات میں "آل دیوبند کی تحریفات" کا عنوان ملے گا۔ اور اس کے تحت ان مقامات کا ذکر ملے گا جہاں غلطیاں عمداً نہیں بلکہ کتابت وکمپوزنگ کی ہیں۔ اور

ان کو بعد میں درست بھی کر لیا گیا۔ مگر ان بیچارے غیر مقلدین کی بد قسمتی دیکھیں کہ اب بھی اسی بات پر مصر ہیں کہ یہ کتابت کی غلطیاں نہیں بلکہ تحریفات ہیں اور ان کے کرنے والے یہودی ہیں۔

قارئین کرام: پہلے ان غیر مقلدین کی ہفوات ملاحظہ فرمائیں۔

(1) غالی و متعصب جناب فاروق الرحمٰن یزدانی صاحب لکھتے ہیں۔

”قرآن مجید میں تحریف ؛ جب تقلید کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو کوئی سہارا نہ ملا تو مقلدین نے قرآن وحدیث کی معنوی تحریف (تبدیلی) کے ساتھ ساتھ الفاظ کو بھی بدل ڈالا۔ چنانچہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن حنفی دیوبندی نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۵۹ میں تحریف کر دی۔“

(احناف کا رسول اللہ سے اختلاف ص206)

(2) غیر مقلد ابو جابر عبد اللہ دامانوی صاحب لکھتے ہیں۔

”موصوف کی نگاہ میں یہ غلطی ہی نہ تھی کیونکہ تقلید میں لت پت ہونے کی وجہ سے اس کے ذہن پر یہ آیت اسی طرح نقش تھی۔۔۔ تقلید کی بیماری نے ان حضرات کو اس حد تک اندھا کر رکھا تھا کہ استادوں شاگردوں اور مریدوں میں سے کسی کو بھی یہ غلطی دکھائی نہ دی۔۔۔۔ موصوف نے قرآن کریم میں ایک کھلی تحریف کا ارتکاب کیا ہے اور افسوس کہ جس سے انہیں رجوع اور توبہ کی توفیق بھی حاصل نہ ہو سکی اور تقلید جیسی کل بدعۃ ضلالہ پر ڈٹے رہنے والے انسان کا اور تقلید کی وجہ سے صحیح احادیث کا انکار کرنے والے کا یہی انجام ہو گا۔“

(قرآن وحدیث میں تحریف ص64 تا74)

(3) یحیی گوندلوی صاحب لکھتے ہیں۔

”مولوی محمود الحسن دیوبندی تقلید کے وجوب کو قرآن سے ثابت کرنے کیلئے بہت ہاتھ پاؤں مارتے ہیں لیکن کہیں تقلید کا قرآن سے جواز نہیں پاتے بالآخر قرآن میں تحریف کرنے پر جسارت کر لیتے ہیں۔“

(مطرقۃ الحدید ص9)

(4) شمس الجہلاء ابو الاقبال سلفی صاحب لکھتے ہیں۔

”یہ تو حنفی یہودیوں کی فطرت ہے جو قرآن کی آیتوں میں تحریف کرتے ہیں۔ اضافہ کرتے ہیں اور انکار کرتے ہیں۔ حنفی مذھب کے مشہور سیرت نگار مولانا شبلی نعمانی نے امام ابو حنیفہ کی جب سیرت لکھی تو جوش عقیدت میں اتنے اندھے ہوگئے کہ قرآن کریم کی ایک آیت ہی گھڑ ڈالی۔“

(مذھب حنفی کا دین اسلام سے اختلاف ص 23)

(5) متعصب غیر مقلد خود ساختہ محدث حافظ زبیر علی زئی صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ۔

”اس خود ساختہ آیت کا اکاڑوی ترجمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ کتابت کی غلطی نہیں ہے۔
“

(قرآن وحدیث میں تحریف ص 11)

غیر مقلدین کی کتب سے تحریف کی تعریف بھی پڑھتے چلیں۔

”تحریف کا مطلب ہے کسی مضمون کو بدل دینا تحریر میں اصل الفاظ بدل کر کچھ اور لکھ دینا عبارت میں ردوبدل کرنا۔“

(قرآن وحدیث میں تحریف ص 56)

ناظرین! مذکورہ بالا عبارات سے چند اصولی باتیں واضح ہوئیں۔

1۔ جو شخص بھی الفاظ میں ردوبدل کرے گا وہ محرف قرآن ہوگا چاہے ایک ہی حرف کیوں نہ ہو۔

2۔ کمپوزنگ کی غلطیاں ہوں یا کتابت کی وہ تحریف کے زمرہ میں ہی آئیں گی۔ جیساکہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اور وکیل احناف استاذ المناظرین حضرت اکاڑوی رحمہ اللہ اور مؤرخ اسلام حضرت شبلی نعمانی رحمہ اللہ پر تبصرے گزرے ہیں۔

3۔ جب تک مصنف بذات خود اپنی غلطی کا اعلان نہیں کرے گا توبہ نامہ شائع نہیں کرے گا تب تک وہ محرفین قرآن میں ہی شمار ہوگا جیساکہ زبیر علی زئی کی عبارت سے واضح ہے۔

4۔ ایسا شخص جوش عقیدت میں اندھا ہوگا۔

انہی اصول کی روشنی میں ان غیر مقلدین کو آئندہ صفحات میں آئینہ دکھایا جائے گا ان شاء اللہ عزوجل۔

جواب دینے کی وجوہات۔

1۔ کہیں کوئی سطحی نظر رکھنے والا آدمی ان کے دھوکے میں نہ آجائے۔

2۔ ان کے مسلمہ اصول کے آئینے میں انہیں ان کا چہرہ دکھایا جائے۔ ممکن ہے ہدایت کا ذریعہ بنے۔ کیونکہ ہم کتابت کی غلطیوں کو بنیاد بنا کر کسی کی تکفیر نہیں کرتے۔ ہم الزامی جواب کے طور پر انہیں دکھا رہے ہیں کہ اگر تمہارے نزدیک یہ اصول درست ہے تو فرقہ اہلحدیث کے اکثر اسلاف اسی اصول کی بنیاد پر یہودی ہوئے۔۔۔؟ فیصلہ خود فرمالیں۔

سب سے پہلے اس فرقہ کے مجدد صاحب کو پرکھتے ہیں۔ پہلے ان کے القابات ملاحظہ ہوں تاکہ کوئی قاری یہ نہ کہہ دے کہ یہ کوئی عامی شخص ہے وغیرہ۔

نواب معلی القاب مرجع العلماء وعمدۃ الکملاء ومنبع الفیوض الرحمانیہ ناشر السنۃ النبویۃ ، المحدث الفقیہ العلامۃ السید صدیق بن حسن بن علی الحسینی البخاری القنوجی البوفالی المتوفی ۱۳۰۷ھ۔

(عقیدہ توحید اور علماء سلف کی خدمات ص 107)

مرحوم غیر مقلدین کے خود ساختہ اصولوں کی روشنی میں یہودی ہوئے ہیں پڑھیئے سر دھنیے۔

تحریف قرآن نمبر 1

چنانچہ نواب صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

”قال اللّٰہ سبحانہ لہ یانوح انہ لیس من اھلك عمل غیر صالح“

(نزل الابرار بالعلم المأثور من الادعیۃ والاذکار ص 150)

یہاں مجدد غیر مقلدیت نواب صدیق حسن خان مرحوم نے قرآنی آیت کو کم کر دیا ہے۔ اصل میں اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ تھا جس میں سے۔۔۔اِنَّہٗ۔۔کے لفظ کو قرآنی آیت سے کاٹ دیا ہے اور یوں قرآن مجید کی تصحیح کی ہے۔ جبکہ آپ اوپر غیر مقلدین کی عبارات پڑھ آئے ہیں کہ اگر کوئی شخص قرآنی آیت کو کم کرتا ہے تو تحریف قرآن کا مرتکب ہوتا ہے اور ایسا فعل یہودی کرتے ہیں گویا کہ غیر مقلدین کے اصول کی روشنی میں بیچارے نواب صاحب جن کے خرچہ پر یہ فرقہ پلا بڑا یہودی ہوئے! الامان والحفیظ۔

تحریف قرآن نمبر 2

نواب صاحب لکھتے ہیں

"قوله تعالیٰ فی المائدة فی واذا سمعوا قال عیسی ابن مریم علیه السلام اللّٰھم ربنا انزل علینا مآئدة من السمآء۔۔"

(نزل الابرار بالعلم المأثور من الادعیۃ والاذکار ص 149)

نواب صاحب نے عیسی ابن مریم کے بعد علیہ السلام کا قرآن مجید میں اضافہ کر دیا ہے اور آیت میں یوں تحریف کی ہے۔

تحریف قرآن نمبر 3

نواب صاحب لکھتے ہیں:

"وقال تعالیٰ واذکر ربك فی نفسك تضرعا وخفیة ودون الجهر من القول بالغدو والآصال"

(نزل الابرار بالعلم المأثور من الادعیۃ والاذکار ص 104)

یہاں پر مجدد غیر مقلدیت صاحب نے "خِيفَةً" کو "خفية" سے تبدیل کر کے یہودی کردار ادا کیا ہے۔

تحریف قرآن نمبر 4

نواب صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔

"أولئك الذين نتقبل عنهم أحسن ما عملوا ونتجاوز عن سيئاتهم أصحاب الجنة"

(نزل الابرار بالعلم المأثور من الادعیۃ والاذکار ص 153)

یہاں پر نواب صاحب مرحوم نے أصحاب الجنة سے پہلے "في" کو حذف کر کے قرآن مجید میں تحریف کی ہے۔ معاذ اللہ۔

تحریف قرآن نمبر 5

نواب صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔

"وقوله تعالیٰ سورة آل عمران او تحسونهم بإذنه۔"

(نزل الابرار بالعلم المأثور من الادعیۃ والاذکار ص 251)

یہاں پر مجدد غیر مقلدیت صاحب نے "اذ" کو چھوڑ کر اس کی جگہ "او" ذکر کر دیا ہے معلوم ہوا جناب مجدد صاحب نے ہر طرز تحریف کو آزمایا۔

تحریف قرآن نمبر6

نواب صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔

"کما ذم الکسالی بقولہ ولا یأتون الصلاۃ الا کسالی۔"

(نزل الابرار بالعلم المأثور من الادعیۃ والاذکار ص224)

حالانکہ صحیح آیت یوں ہے وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى۔ دیکھیئے سورۃ التوبۃ آیت 55۔ نواب صاحب نے قرآن مجید کی تصحیح کی ہے اور "وھم" کا لفظ کم کر دیا ہے۔ یہودی تحریف کرنا بھی نواب صاحب سے سیکھتے جائیں۔

تحریف قرآن نمبر7

نواب صاحب لکھتے ہیں۔

"وقال تعالیٰ فلا جناح علیکم ان تنکحوھن اذا۔۔۔"

(الروضۃ الندیۃ ص135 آخری لائن)

یہاں پر نواب صاحب مرحوم نے ولا جناح کو فلا جناح سے تبدیل کر دیا اور اصول غیر مقلدیت کے مطابق یہودی فعل کا ارتکاب کیا۔

تحریف قرآن نمبر8

نواب صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔

"لان اللہ تعالیٰ قال فی صورۃ النھی فلا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما۔۔"

(الروضۃ الندیۃ ص145)

یہاں پر نواب صاحب مرحوم نے ولا تعضلوھن کو فلا تعضلوھن سے تبدیل کر دیا ہے جو کہ غیر مقلدین کے اصول کے مطابق تحریف فی النصوص ہے۔

تحریف قرآن نمبر9

نواب صاحب مرحوم لکھتے ہیں

”حقوق العباد سے متعلقہ آیات کے بیان میں ۔ 1۔ واذ اخذ اللّٰہ میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللّٰہ وبالوالدین احساناً وذی القربیٰ والیتامی والمساکین۔۔۔“

(اسعاد العباد بحقوق الوالدین والاولاد ص 11)

یہاں پر نواب صاحب مرحوم نے قرآنی آیت واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل کو واذ اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل سے تبدیل کر دیا ہے العیاذ باللہ۔ موصوف چونکہ غیر مقلدین کے ہاں مجدد کا درجہ رکھتا ہے لہذا جناب نے اسی خوشی میں قرآن میں بھی تجدید شروع کر دی تھی۔ اللہ مرحوم کو معاف فرمائے۔

تحریف قرآن نمبر 10

نواب صاحب مرحوم کی ایک تصنیف ہے جلب المنفعة فی الذب عن الائمة المجتهدین الأربعة جس کا اردو ترجمہ مولانا محمد اعظمی سابق شیخ الجامعہ جامعہ عالیہ عربیہ مؤناتھ بھنجن یوپی صاحب نے ائمہ اربعہ کا دفاع اور سنت کی اتباع کے نام سے کیا یہ بھی انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تحریف کے دلدادہ نکلے۔ چنانچہ اعظمی صاحب لکھتے ہیں۔

”وان حزب اللّٰہ هم الغالبون ترجمہ بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب رہے گا۔“

(ائمہ اربعہ کا دفاع اور سنت کی اتباع ص 151)

یہاں پر نواب صاحب مرحوم کی تصنیف کے مترجم نے فان حزب اللّٰہ کو وان حزب اللّٰہ سے تبدیل کر دیا دیکھئے (سورۃ المائدہ آیت 56)۔ جو کہ اصول غیر مقلدین کے مطابق تحریف قرآن کے مرتکب ہوتے ہوئے یہودی ہوئے ہیں۔

قارئین کرام!

یہ تھے مجدد غیر مقلدیت جناب نواب صدیق حسن خان بھوپالی مرحوم جن کے دس حوالہ جات بطور امثلہ کے پیش کیئے ہیں کہ اگر غیر مقلدین بھی حدیث (جو اپنے لیئے پسند کرتے ہو اپنے بھائی کیلئے بھی وہی پسند کرو) پر عمل کرتے ہیں تو ان کے مجدد صاحب تحریف قرآن کے مرتکب نظر آتے ہوئے یہودی ہوتے ہیں کیونکہ آپ نے اوپر ان کے اصول پڑھے ہیں کہ اگر کسی کتاب میں قرآنی آیات میں ردوبدل ہو گیا یا کمی زیادتی ہو گئی جب

تک مصنف خود اس سے توبہ نامہ شائع نہیں کرے گا تب تک وہ اسی تحریف قرآن کے زمرہ میں رہے گا جیسا کہ حضرت اکاڑوی رحمہ اللہ پر زبان درازی کی گئی ہے۔

اب میرا مطالبہ ہے پوری ذریت غیر مقلدیت سے کہ وہ نواب صاحب کا توبہ نامہ دکھلائیں اور اپنے گلے میں پڑا ہوا طوق اتاریں۔ اور اگر اس حدیث مذکور پر عمل نہیں کرتے تو اعلان فرمادیں ہم لوگ عمل بالحدیث کا جھوٹا دعوی کرتے ہیں جو کہ منافقت کی علامت ہے۔ مجدد غیر مقلدیت کا حال دیکھ لیا۔

(جاری)

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

واٹس ایپ رابطہ نمبر: 03428970409